ماہنامہ خالد

احمدی نوجوانوں کیلئے

مدیر
اسفندیار منیب

جولائی۔اگست 2001ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد

"ہمیں اپنے وطن سے محبت ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم اس محبت میں سب سے پیش پیش ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وطن ہم سے کیا سلوک کرے ہم بہر حال اس وطن کے لئے ہر خطرے میں انشاء اللہ سب سے آگے کھڑے ہوں گے۔ ہر وہ تیر جو اس وطن کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کے لئے"۔

(ماہنامہ خالد نومبر، دسمبر ۱۹۸۲ء)

مرے وطن

تری طلب، تری خوشبو، ترا نمو بولے
مرے وطن مری رگ رگ میں صرف تُو بولے

نَفَس نَفَس تو مرے سانس کی گواہی دے
ترے بدن میں مرا دل، مرا لہو بولے

صدا کی لہریں ہم اک دوسرے کے گرد بُنیں
میں قریہ قریہ پکاروں، تُو کوبکو بولے

میں حرف حرف سجالوں صحیفۂ دل پر
تُو برگ برگ سرِ شاخِ آرزو بولے

وہ دن بھی آئے کہ لکھوں مَیں شش جہت ترا نام
ترا عَلَم، تری سج دھج بھی چار سُو بولے

وہ دن بھی آئے کہ مہکے ترا گلاب شباب
چمن چمن ترا اندازِ رنگ و بُو بولے

وہ دن بھی آئے کہ لکھا ترا امر ٹھہرے
جو تُو کہے وہی دنیا بھی ہوبہو بولے

نشانِ حرمت و تقدیسِ حرف جب تجھ سے
کوئی بھی بولنا چاہے تو باوضو بولے

مرے وطن سرِ مینارِ نور تا بہ ابد
تو چاند بن کے اندھیروں کے روبرو بولے

خموش کیوں ہے یہ مسکن قلندروں کا رشید
کوئی تو وجد میں آئے، کوئی تو ھُو بولے

(رشید قیصرانی)

51/297

جولائی 2001ء وفا 1380 ھش

جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	سوموار	اتوار	ہفتہ
6	5	4	3	2	1	
13	12	11	10	9	8	7
20	19	18	17	16	15	14
27	26	25	24	23	22	21
			31	30	29	28
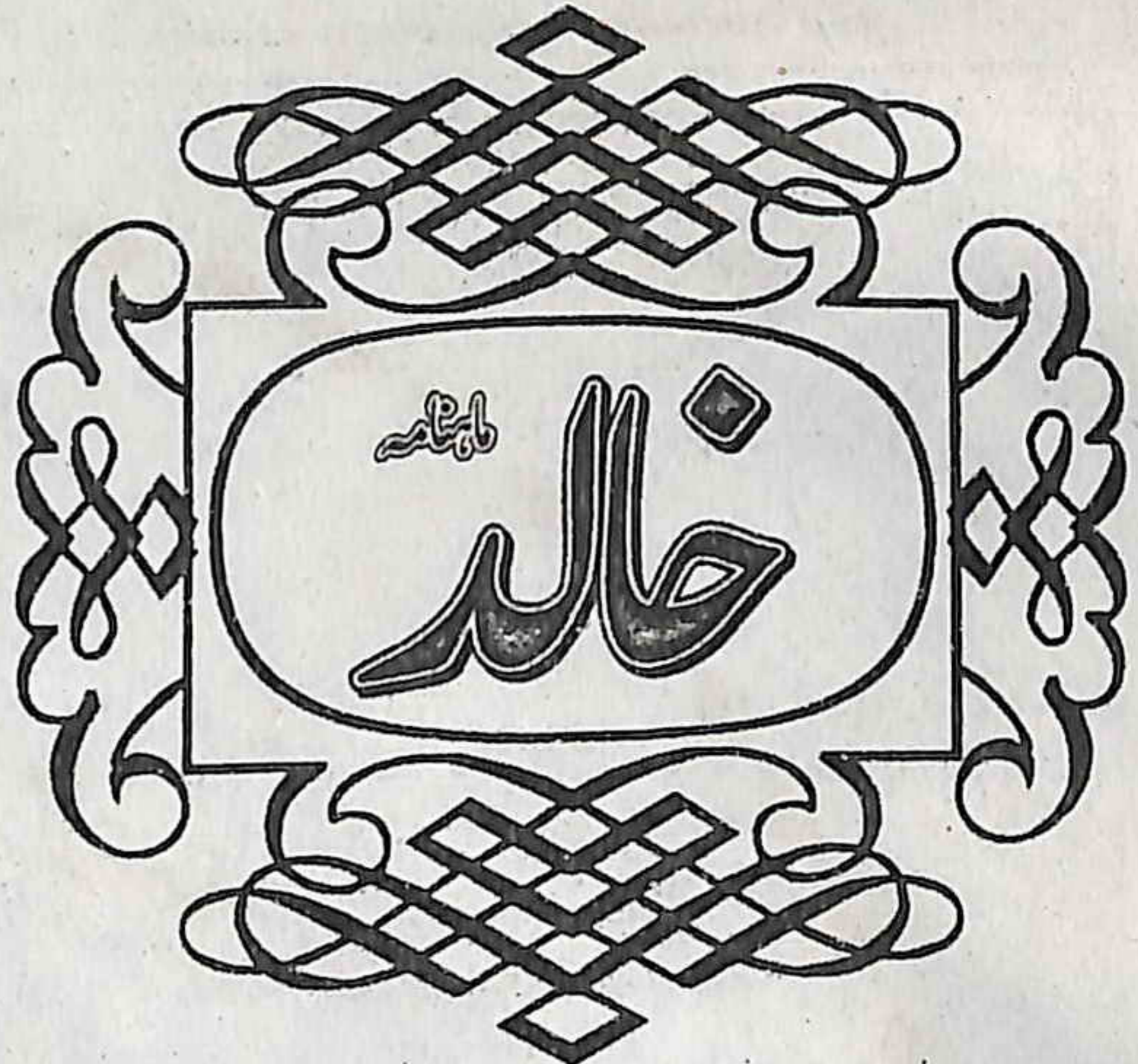
جلد نمبر 48 شمارہ نمبر 7

جولائی 2001ء

نائبین
منصور احمد نورالدین - فرید احمد ناصر
معاونین
احمد طاہر مرزا - میر انجم پرویز

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر
ٹائٹل ڈیزائننگ: شیخ خالد محمود پانی پتی
پیج لے آؤٹ: شیخ نصیر احمد
پبلشر: قمر احمد محمود
مینیجر: سلطان احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)
مقام اشاعت: ایوان محمود دارالصدر جنوبی

اداریہ

سیر کا حقیقی مقصد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

''جب کبھی ڈلہوزی جانے کا مجھے

اتفاق ہوتا تو پہاڑوں کے سبزہ زار حصوں اور

بہتے ہوئے پانیوں کو دیکھ کر طبیعت میں بے

اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد کا جوش پیدا ہوتا اور

عبادت میں ایک مزا آتا''۔

(حیات احمد جلد اول طبع جدید صفحہ ۷۳)

☆......☆......☆

سیرت النبی ﷺ

شجاعت

(مکرم طاہر احمد مختار صاحب۔ گوجرہ)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ آپ سے کسی نے کہا کہ کیا تم لوگ جنگ حنین کے دن رسول کریمؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ آپ نے جواب میں کہا کہ رسول کریم ﷺ نہیں بھاگے۔ ہوازن ایک تیر انداز قوم تھی اور ہم جب ان سے ملے تو ہم نے ان پر حملہ کیا اور وہ بھاگ گئے۔ ان کے بھاگنے پر مسلمانوں نے ان کے اموال جمع کرنے شروع کئے لیکن ہوازن نے ہمیں مشغول دیکھ کر تیر برسانے شروع کئے پس اور لوگ تو بھاگے مگر رسول کریم ﷺ نہ بھاگے بلکہ اس وقت میں نے دیکھا تو آپؐ اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان نے آپؐ کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور آپؐ فرما رہے تھے میں نبیؐ ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔

(بخاری کتاب الجھاد باب من قاد دابة غیرہ فی الحرب)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے کہ ایک دن ہم ایک جگہ سایہ دار درختوں کے پاس پہنچے اور وہاں آرام کرنے کا فیصلہ ہوا۔ ہم نے آنحضرت ﷺ کے آرام کے لئے ایک سایہ دار درخت منتخب کیا۔ آپ آرام فرما رہے تھے کہ اچانک ایک مُشرک وہاں آ پہنچا۔ آپؐ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی اور آپؐ سوئے ہوئے تھے اس نے تلوار سونت لی اور حضورؐ کو جگا کر کہنے لگا۔ تم مجھ سے ڈرتے نہیں؟ حضورؐ نے اسے جواب دیا نہیں۔ اس نے کہا مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ حضورؐ کے اس جواب کا اس کافر پر ایسا رُعب پڑا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ حضورؐ نے تلوار اُٹھائی اور فرمایا۔ اب مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اس پر وہ بدّو گھبرا گیا اور کہنے لگا آپؐ درگزر فرماویں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تُو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مَیں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس نے جواب دیا۔ میں یہ نہیں مانتا لیکن میں آپؐ سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ آپؐ سے کبھی نہیں لڑوں گا اور نہ ہی ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں گا جو آپؐ سے لڑتے ہیں۔ آپؐ نے اسے آزاد فرما دیا اور وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملا اور ان کو بتایا کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو دنیا میں سے سب سے بہتر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوة ذات الرقاع)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ میں کسی غنیم کے حملہ آور ہونے کی خبر تھی اور مسلمانوں کو ہر وقت اس کے حملہ آور ہونے کا انتظار تھا۔ ایک رات اچانک شور ہوا اور دُور کچھ آوازیں سنائی دیں۔ صحابہؓ فوراً جمع ہونے شروع ہوئے اور ارادہ کیا کہ جمع ہو کر چلیں اور دیکھیں کہ کیا غنیم حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے۔ وہ تو ادھر جمع ہوتے اور تیار ہوتے رہے اور ادھر رسول کریم ﷺ بغیر کسی کو اطلاع دیئے ایک صحابیؓ کا گھوڑا لے کر سوار ہو کر جدھر سے آوازیں آ رہی تھیں ادھر دوڑے اور جب لوگ تیار ہو کر چلے تو آپؐ انہیں مل گئے اور فرمایا کہ گھبراہٹ کی تو کوئی وجہ نہیں شور معمولی تھا۔ اور اس گھوڑے کی نسبت فرمایا کہ بڑا تیز گھوڑا ہے اور سمندر کی طرح ہے یعنی لہریں مار کر چلتا ہے۔

(بخاری کتاب الجھاد باب اسم الفرس)

اس واقعہ سے ہر ایک شخص معلوم کر سکتا ہے کہ آپؐ کیسے دلیر و جری تھے کہ شور سنتے ہی فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن کی خبر لینے کو چلے گئے اور اپنے ساتھ کوئی فوج نہ لی۔

☆......☆......☆

اک نعرہ تکبیرِ فلک بوس لگائیں

(کلام حضرت مصلح موعود)

آ آ کہ تری راہ میں ہم آنکھیں بچھائیں آ آ کہ تجھے سینہ سے ہم اپنے لگائیں

تُو آئے تو ہم تجھ کو سر آنکھوں پہ بٹھائیں جاں نذر میں دیں تجھ کو تجھے دل میں بسائیں

آپ آکے محمدؐ کی عمارت کو بنائیں ہم کُفر کے آثار کو دُنیا سے مِٹائیں

ہیں مغرب و مشرق کے تو معشوق ہزاروں بھائی ہیں مگر آپ کی ہی مُجھ کو اَدائیں

رحمت کی طرف اپنی نگہ کیجیے آقا جانے بھی دیں کیا چیز ہیں یہ میری خطائیں

مَیں جانتا ہوں آپ کے اندازِ تلطف مانوں گا نہ جب تک کہ مِری مان نہ جائیں

ہے چیز تو چھوٹی سی مگر کام کی ہے چیز دل کو بھی مرے اپنی اداؤں سے لبھائیں

دے ہم کو یہ توفیق کہ ہم جان لڑا کر اسلام کے سَر پر سے کریں دُور بلائیں

ربوہ کو تیرا مرکزِ توحید بنا کر اِک نعرہ تکبیر فلک بوس لگائیں

پھر ناف میں دُنیا کی ترا گاڑ دیں نیزہ پھر پرچمِ اِسلام کو عالَم میں اُڑائیں

جس شان سے آپ آئے تھے مکہ میں مری جاں اک بار اُسی شان سے ربوہ میں بھی آئیں

ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دُعا گو

کعبہ کی پہنچتی رہیں ربوہ کو دعائیں

ستارہ قیصریہ

(مکرم فرید احمد ناصر صاحب)

اس ماہ کی کتاب "ستارہ قیصریہ" ہے۔ یہ کتاب ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تصنیف فرمائی اور چند دن بعد مورخہ ۲۴ اگست ۱۸۹۹ء کو شائع ہوئی۔ یہ کتاب ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

وجہ تصنیف اور نفس مضمون

یہ کتاب دراصل ایک خط ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگلستان کی ملکہ کو لکھا۔ جس میں آپ نے اُس کے دورِ حکومت میں ملنے والی مذہبی آزادی کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح ملکہ کے سامنے بڑی جرأت کے ساتھ آپ نے صلیبی عقیدہ کا ردّ بھی فرمایا اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ پیش فرمایا ہے۔ کتاب کے آغاز میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خاندان اور گذشتہ خاندانی حالات کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے جہاد کے موضوع پر بھی قلم اٹھایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کشمیر میں ہجرت کر کے چلے آنے پر بھی دلائل پیش فرمائے ہیں۔

ناصرہ اور قادیان میں مماثلت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیح اوّل سے اپنی مشابہت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اور چونکہ اس مسیح کا پیدا ہونا حق اور باطل کی تفریق کے لئے دُنیا پر ایک آخری حکم ہے جس کے رُو سے مسیح موعود حَکَم کہلاتا ہے۔ اس لئے ناصرہ کی طرح جس میں تازگی اور سرسبزی کے زمانہ کی طرف اشارہ تھا۔ اس مسیح کے گاؤں کا نام اسلام پور قاضی ماجھی رکھا گیا۔ تا قاضی کے لفظ سے خدا کے اس آخری حکم کی طرف اشارہ ہو جس سے برگزیدوں کو دائمی فضل کی بشارت ملتی ہے اور تا مسیح موعود کا نام جو حَکَم ہے اس کی طرف بھی ایک لطیف ایما ہو اور اسلام پور قاضی ماجھی اُس وقت اس گاؤں کا نام رکھا گیا تھا جبکہ بابر بادشاہ کے عہد میں اس ملک ماجھ کا ایک بڑا علاقہ حکومت کے طور پر میرے بزرگوں کو ملا تھا اور پھر رفتہ رفتہ یہ حکومت خود مختار ریاست بن گئی۔ اور پھر کثرت استعمال سے قاضی کا لفظ قادی سے بدل گیا۔ اور پھر اور بھی تغیر پا کر قادیاں ہو گیا۔ غرض ناصرہ اور اسلام پور قاضی کا لفظ ایک بڑے پُر معنی نام ہیں۔ جو ایک ان میں سے رُوحانی سرسبزی پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا رُوحانی فیصلہ پر جو مسیح موعود کا کام ہے"۔ (صفحہ ۱۱۹)

مشکل الفاظ کے معنی

وُثُوق	یقین، پختگی
مُنجی	نجات دینے والا
مَبْسُوط	پھیلا ہوا
مَہْجُور	تنہا
پُر اِرادت	جس میں پورا ارادہ شامل ہو
اِیمَا	اشارہ
زُعم	خیال
نِزاعُوں	نزاع کی جمع۔ جھگڑے

(فیروز اللغات، نور اللغات)

☆☆☆

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جرأت و بہادری

(مکرم رانا وسیم احمد صاحب۔ پنڈی بھاگو، سیالکوٹ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو پنڈت لیکھرام کے بارہ میں پیشگوئی فرمائی کہ یہ شخص اپنی بدزبانی اور رسول ؐ کی بے ادبی کی سزا میں آج سے چھ سال کے عرصہ تک ہلاک کیا جاوے گا۔ چنانچہ آپ کی پیشگوئی کے مطابق پانچویں سال ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو پنڈت لیکھرام قتل ہوگیا۔ چونکہ پنڈت لیکھرام آریہ قوم کا ایک مشہور لیڈر تھا اس لئے اس کے قتل سے ملک کے طول و عرض میں شور پڑ گیا مخالفین نے حضرت اقدس کو قاتل ثابت کرنے کے لئے بہت تدبیریں کیں اور حکومت پر زور دیا کہ آپ کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ چلایا جائے۔ چنانچہ ۱۸ اپریل ۱۸۹۷ء کو ایس پی گورداسپور پولیس کی ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ آپ کے گھر کی تلاشی لینے کے لئے قادیان آیا۔ حضور کو اس کے متعلق قطعاً کوئی خبر نہ تھی۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب گھبرائے ہوئے حضرت اقدس کے پاس پہنچے اور سخت پریشانی کی حالت میں کہا کہ پولیس گرفتاری کے لئے آئی ہے حضور نے نہایت جمعیت اور سکون کے ساتھ فرمایا:۔

"میر صاحب لوگ اپنی خوشی کے لئے سونے اور چاندی کے کنگن پہن لیتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے لوہے کی ہتھکڑی پہنا کر خوش ہو تو میرے لئے اس سے بڑھ کر تو خوشی نہیں ہو سکتی لیکن میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری ذلت پسند نہیں کرتا"۔

حضرت اقدس اس وقت ایک کاپی ملاحظہ کر رہے تھے اور حضرت صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب پر ان کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ کاپی پڑھتے رہے، لیکن جب پولیس نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے اس کام کو رکھ دیا اور فوراً جا کر دروازہ کھول دیا۔ مسٹر لیمار چند نے ٹوپی اتار کر کہا مجھے آپ کے گھر کی تلاشی لینی ہے پنڈت لیکھرام کے قتل کے سلسلہ میں۔ ان کو لے کر آپ اندر آئے اور جب دروازے پر پہنچے تو حضرت (اماں جان) کو فرمایا کہ آپ پردہ کر لیں پولیس تلاشی کے لئے آئی ہے۔

اس امر کا بھی پولیس خصوصاً ایس پی گورداسپور پر بہت اثر ہوا وہ جانتے تھے کہ جب بڑے سے بڑے آدمی کی تلاشی کے لئے پولیس جاتی ہے تو سراسیمہ ہو جاتے ہیں۔ اس شخص پر قطعاً اثر نہیں ہوا۔

(حیات احمد جلد چہارم صفحہ ۲۸۳ تا ۲۸۵)

جب آپ کو ۵-۱۹۰۴ء میں مولوی کرم دین والے مقدمہ میں اطلاع ملی کہ ہندو مجسٹریٹ کی نیت ٹھیک نہیں اور وہ آپ کو قید کرنے کی داغ بیل ڈال رہا ہے تو آپ اس وقت ناسازی طبع کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے یہ الفاظ سنتے ہی جوش کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑے جلال کے ساتھ فرمایا کہ:۔

"وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے"

چنانچہ آپ ایک شعر میں بھی فرماتے ہیں کہ:۔

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

(سیرت طیبہ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ ۱۹)

قسط دوم

عربی شاعری

(عربی شاعری کا تدرّج اور اُس کی تدوین)

(مکرم مقبول احمد صاحب ظفر)

جس طرح کہ پچھلی قسط میں ذکر گزر چکا ہے کہ عربی شاعری کے آغاز کے زمانہ کا تعین ممکن نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ جس زمانہ کی عربی شاعری ریکارڈ میں موجود ہے اُس سے بہت پہلے اِس کا نہ صرف آغاز ہو چکا تھا بلکہ یہ اپنے اندر نغمگی اور مضامین کی پختگی کی خصوصیات کے میدان میں ترقیات کی کئی منازل طے کر کے اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ چکی تھی۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ عربی شاعری کی تدریجا ترقی کا آغاز نثر مسجع سے ہوا جس کے بعد رجز گائی جانے لگی اور رجز کا آغاز مضر بن نزار بن معد کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جو عربوں کے جد امجد عدنان جو کہ حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے تھے کے پڑپوتے تھے یعنی مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ رجز کے بعد ھزج اور رمل اور طویل اور بسیط وغیرہ بحرین جایا اوزان ابھرے۔ زمانہ جہالت کے عرب ان بحروں سے خوب واقف تھے۔ جیسا کہ احمد بن فارس وفات ۳۹۵ ھجری اپنی مشہور کتاب الصاحبی باب "اَلْخَطُّ الْعَرَبِيُّ وَأَوَّلُ مَنْ كَتَبَ بِهِ" میں لکھتا ہے:

ترجمہ "اس علم کا اس پر اتفاق ہے کہ عرب شعروں کی بحور کے بارے میں جانتے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب قرآن نازل ہوا اور مشرکین میں سے بعض نے کہا کہ یہ شعر ہے تو ولید بن مغیرہ نے اس بات کو رد کرتے ہوئے کہا کہ محمد جو کچھ پڑھتا ہے اُسے میں نے شعر کی قرأتوں مثلاً ھزج اور رجز وغیرہ پر عرض کر کے پڑھا ہے لیکن مجھے وہ شعر کی ان قراء توں کے مطابق نہیں لگا۔ پس ولید کا یہ کہنا بتاتا ہے کہ اسے شعروں کی بحور کا علم تھا"۔

(الصاحبی لاحمد بن فارس باب الخط العربی و اوّل من کتب به، المکتبة السلفیة قاهره ۱۹۱۰ء)

شعر کے لئے یہ شرط لازمی ٹھہرائی جاتی ہے کہ وہ باوزن ہو اور مُقفّی ہو لیکن عرب شعر کے لئے وزن اور قافیہ کی شرط نہیں بلکہ کسی اور چیز کو شرط ٹھہراتے تھے اور وہ تھا الفاظ کا دل کے جوش اور سینے کے اُبال کے نتیجہ میں بے اختیار زبان سے جاری ہو جانا، جیسا کہ کسی عرب سے شعر کے بارے میں پوچھا گیا تو اُس نے کہا:-

"شعر وہ چیز ہے جس سے ہمارے سینے جب ابلنے لگتے ہیں تو ہمارے سینے اُسے ہماری زبانوں پر پھینک دیتے ہیں"

پس اہل عرب شعر کے لئے وزن اور قافیہ کو شرط نہیں ٹھہراتے تھے بلکہ ایسی حالت جس میں انسانی جذبات سینے میں اس قدر اُبال پیدا کر رہے ہوں کہ وہ اُن کو الفاظ کا لباس پہنا کر باہر نکالنے پر مجبور ہو جائے چاہے نثر کی شکل میں یا نظم کی شکل میں، تو ایسا کلام عربوں کی نظر میں شعر کہلاتا۔ اسی طرح حسان بن ثابت کے بارے میں یہ روایت کیا جاتا ہے کہ اُن کے بیٹے کو بھڑ نے کاٹا تو اس نے بھڑ کے بارے میں کہا "كأنه مُلْتَفٌّ في بُرْدَيْ حِبَرَةٍ" یعنی وہ بھڑ ایسے تھا جیسے اُس نے مختلف رنگوں سے منقش دو یمنی چادریں اوڑھ رکھی ہو۔ یہ سن کر حسان بن ثابت نے کہا "شِعرٌ وربِّ الكعبة" کہ کعبہ کے رب کی قسم یہ تو شعر ہے۔

(ص۱۲ الرائد فی الأدب العربی لاحسان النص وخلیل هنداوی باب الشعر فی العصر الجاهلی)

اسی طرح آنحضرتؐ کے عظیم الشان فصیح و بلیغ کلام کو سن کر مشرکین آپ کو بھی شاعر کہتے تھے حالانکہ آپؐ کے منظوم کلام کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں اور اسی طرح قرآن کے خارق عادت کلام کو سن کر بھی مشرکین اُسے شعر کہتے جبکہ قرآن

میں سوائے چند ایک باوزن آیات کے تمام قصائد بانظموں کی طرح وزن اور قافیہ وغیرہ بالکل نہیں۔ لیکن اس ...... کا یہ مطلب ہرگز بھی نہیں کہ عرب شعر میں وزن اور قافیہ کی شرط کی کلیۃً نفی کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ شعر کے لفظ کا اطلاق ایسی نثر پر بھی کرتے تھے جو کسی منظوم کلام کی طرح عمدہ الفاظ میں پروئی ہوئی اور اثر کے لحاظ سے شعروں جیسی یا اس سے بھی بڑھ کر ہوتی۔

بعض عرب مؤرخین کا خیال ہے کہ عربی شعر پہلے ایک قبیلہ سے شروع ہوا اور پھر وہاں سے دوسرے قبیلہ میں منتقل ہوا۔ جیسا کہ "طبقات الشعراء" کتاب کے مصنف ابن سلام لکھتے ہیں کہ "" زمانہ جاہلیت میں قبیلہ المرقش اکبر اور المرقش اصغر اور طرفۃ بن العبد اور عمرو ابن قمیئۃ اور المتلمس نے اس میدان میں شہرت حاصل کی۔ پھر اس قبیلہ کے شعر قبیلہ قیس کی طرف منتقل ہوا جس کے مشہور شعراء میں سے نابغۃ الذبیانی اور نابغۃ الجعدی اور زھیر بن اُبی سلمٰی وغیرہ ہیں۔ اس کے عربی شعر بنو تمیم میں استقرار پکڑ گیا جن کے مشہور شاعر اوبن حجر ہیں۔

لیکن مورخین کی یہ رائے کہ عربی شعر پہلے ایک قبیلے میں تھا اور دوسرے میں نہیں تھا اور پھر پہلے قبیلے سے دوسرے قبیلے میں شعر منتقل ہوا کلیۃً غلط ہے بلکہ عرب بھر میں شعر کا مقام اور ہر قبیلہ میں عمدہ عمدہ شعراء کا ہونا اور اُن کی مختلف انداز کی شاعری میں پختگی کا ہونا وغیرہ تمام امور کا بغور مشاہدہ کیا جائے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان قبائل میں شروع ہی سے شعر کا وجود تھا ہاں یہ درست ہے کہ بعض قبائل شعر میں عمدگی کے لحاظ سے بعض سے سبقت لے جاتے تھے اور فصاحت و بلاغت میں قدرت رکھنے کے لحاظ سے اس دوسرے کی نسبت کم یا زیادہ درجات پر فائز تھے۔ لیکن اس بات سے قطع نظر کہ کون سا قبیلہ شاعری میں کتنی کتنا بلند درجہ لکھتا تھا بحیثیت مجموعی یہ رائے دینے میں کوئی باک نہیں کہ عربی شاعری ترقی کے مدارج طے کرتے کرتے جب بعثت اسلام کے قریب کے

مقابلہ معلومات (نمبر6)

۱۔ دنیا کی بلند ترین بلڈنگ کا نام بتائیں نیز وہ کس شہر میں واقع ہے؟
۲۔ I.C.U اور C.C.U کس کے مخفف ہیں؟
۳۔ King Lear کس مشہور انگلش ڈرامہ نگار کے ڈرامے کا نام ہے؟
۴۔ عربی زبان میں لندن سے شائع ہونے والا جماعت احمدیہ کا رسالہ کون سا ہے؟
۵۔ دارالمبیعت سے کیا مراد ہے؟
۶۔ ڈیورنڈ لائن کن دو ممالک کے درمیان واقع ہے؟
۷۔ مئی 2001ء کے مہینے میں پاکستان کا دورہ کرنے والے چین کے وزیراعظم کا نام بتایئے؟
۸۔ الیکٹران کس سائنسدان نے کب دریافت کیا؟
۹۔ کمپیوٹر مانیٹر زیادہ سے زیادہ کتنے رنگ دکھا سکتا ہے؟
۱۰۔ کس کا شعر ہے مکمل کریں؟

سخن میں سہل نہیں جاں نکال کر رکھنا

☆☆☆

☆ جوابات 30 اگست 2001ء تک ایوانِ محمود ربوہ کے پتہ پر بھجوادیں۔ درست جواب بھیجنے والے پانچ احباب کو انعام دیا جائے گا۔

زمانہ میں پہنچی تو یہ تمام اُن خوبصورتیوں اور خصوصیات سے مزین ہو چکی تھی جو کوئی انسان اسے دے سکتا ہے۔ اس شاعری کو اس مقام سے آگے ترقی دینا اُن فصاحت و بلاغت کے میدان کے پہلوانوں، جو باقی زبانیں بولنے والوں کو عجمی یعنی گونگے یا ایسے لوگ جو حیوانوں کی طرح اپنا مافی الضمیر ادا نہیں کر سکتے، کہتے تھے، کے بس کی بات نہیں تھی اور یہ خدا کی خاص حکمت کے تحت ہوا تھا کیونکہ اب انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ایک ایسا کلام نازل ہونا تھا جس نے اپنی عظیم الشان معنوی اور لفظی برتری سے فصحاءِ عرب کو حیران و ششدر کر دینا تھا اور ایسی کلام کے بعد عربی ادب کی نثر اور نظم میں تمام قسم کی حقیقی ترقیات اسی کلام کی مرہون منت ہونا تھیں۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ نے زمانہ جاہلیت کے ادب پر کیا فوقیت حاصل کی اور اس کے بعد کے ادب پر قرآن کریم اور احادیث اور اسلامی عقائد و عبادات وغیرہ کا کیا اثر مرتب ہوا اس کا بعد میں ذکر کروں گا۔

رفعت کوہ میں......

(منصور احمد نورالدین)

وسیع وعریض اور لامحدود وسعتوں پر مشتمل گلیشیرز، مہیب پہاڑی چٹانوں میں سے گزرتے منہ زور دریا، سدا بہار خوش رنگ پھول اور بلندیوں پر واقع صحرائی میدان، 8 ہزار میٹر سے بلند دنیا کی 5 آسمان سے باتیں کرتی ہوئی معروف چوٹیاں، اور 7 ہزار میٹر سے بلند دنیا کی 105 ایسی چوٹیاں جن کو سر کرنا ابھی تک دنیا کے کوہ پیماؤں کا خواب ہے۔ ہمالیائی ریچھوں کے قدموں کے نشان، بلند و بالا پہاڑوں پر خوراک تلاش کرتی ہوئی مارکو پولو بھیڑیں اور مارخور، ایک طرف K-2 کی آسمان سے باتیں کرتی ہوئی چوٹی تو دوسری طرف دیوسائی کی پھولوں سے لدی ہوئی وسعتیں ہیں، ایک طرف شنگریلا اور صد پارہ جھیل کا جھلملاتا اور سونے کی طرح چمکتا ہوا پانی تو دوسری طرف اسکولے (برفانی دنیا K-2 کی آخری تہذیب) اور "ہنگر" کے درمیان واقع دنیا کی منفرد سنولیک (Snow Lake) ایک طرف نانگا پربت کی ناقابل عبور بلندیاں ہیں تو دوسری طرف انہی پہاڑی سلسلوں کے درمیان خوبصورت اور دلکش وادیاں ہیں لیکن ان تمام نظاروں کے لئے شوق اور ہمت شرط ہے۔

یہ سب کچھ قراقرم، ہمالیہ اور ہندوکش کے عظیم پہاڑی سلسلوں میں ہیں۔ دنیا کے یہ عظیم پہاڑی سلسلے پاکستان کے شمال میں باہم ملتے ہیں۔ ان پہاڑی سلسلوں میں دنیا کی قدیم تہذیبیں ملتی ہیں۔ بلتستان، ہنزہ، نگر، شمشال، چترال، کیلاش، کوہستان وغیرہ ایسے نام ہیں جن میں قدیم سے لوگ آباد ہیں اور ان پرانی تہذیبوں کے امین ہیں۔

ان علاقوں کی سیاحت کا تاریخی پس منظر

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چرواہوں اور شکاریوں کے گروہ 6000 سال قبل اس علاقے میں آئے پھر کئی تجارتی اور مذہبی راہنما ان وادیوں میں سے گذرتے رہے۔ سکندر اعظم ان میں سب سے معروف نظر آتا ہے جو کہ چوتھی صدی ق م میں سوات سے ہندوستان جانے کے لئے گزرا آج ہنزہ اور کیلاش کے لوگ اپنے آپ کو سکندر اعظم کی نسل میں سے قرار دیتے ہیں اور یہ بات آج پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ 200 ق م میں چینی تجارت کا دور نظر آتا ہے جس میں ان وادیوں میں سے کثرت سے تاجر ایران اور شرق وسطیٰ کے علاقوں میں آئے۔ معروف بدھ راہنما Fa Xian اس علاقے میں 403ء میں آیا اور اس سلسلے میں اپنی یادداشتیں قلمبند کیں۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی سے لیکر 15 ویں صدی تک چین تا سوات اور پھر آگے افغانستان تک، بدھ راہنما مسلسل سفر کرتے رہے ہیں اور آج ان علاقوں میں بدھ کے کئی مجسمے سیاحوں کے لئے کشش کا باعث ہیں جن میں بامیان، افغانستان کا نام معروف ہے جو کہ آج کل دنیا میں خبروں کا موضوع بنا ہوا ہے۔ ان بدھ راہنماؤں میں سب سے بڑا بدھ راہب Xuan Zang، جس نے اس علاقے کا 630ء میں سفر کیا۔

بلتستان کا سفر کرتے ہوئے TG Montgomerie نے پہلی مرتبہ 1856ء میں بلند و بالا پہاڑوں کا ایک سلسلہ دیکھا اور ان کا نام K-1, K-2, K-3, K-4, رکھا "K" یعنی قراقرم۔ منٹگمری نے اس وقت کے معمولی آلات کے ساتھ K-2 کی بلندی 8,619 میٹر بیان کی، حیرت کی بات ہے کہ اٹلی کے Professor Ardito Desio نے 1988ء میں K-2 کی جو نئی سرکاری بلندی بیان کی وہ اس سے صرف 3 میٹر کم تھی یعنی 8,616۔ لیکن زیادہ ذرائع ابلاغ K-2 کی بلندی 8,611 میٹر بیان کرتے ہیں۔ K-2 کا مقامی نام "Chogori" "شاہ گوری" ہے جس کا مطلب بڑی چوٹی ہے۔ 1887ء میں Francis Younghus- band نے عظیم اور وسیع وعریض بالتورو گلیشیر کا سفر کیا اور مستاغ پاس (چین کا جنوب مغربی علاقوں کے ساتھ قدیمی تجارتی راستہ جو انیسویں صدی کے وسط میں برفانی طوفانوں کی وجہ سے متروک ہو گیا) سے گذرتا ہوا اسکولے پہنچا اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ کسی گلیشیر کی شکل دیکھی تھی اس کا ذکر اس نے اپنی کتاب Heart of Asia میں کیا ہے۔ 1895ء میں A.F Mummery نے پہلی مرتبہ نانگا پربت سر کرنے کی کوشش کی مگر اپنی جان گنوا بیٹھا، 1930ء میں جرمنوں نے اس کو سر کرنے 5 کوششیں کی اور 30 جانیں نانگا پربت کے برفانی طوفانوں اور Crevasses (گلیشیر میں گہرے دراڑ) کی نذر ہوئیں اور اس طرح نانگا پربت Killer Mountain کہلائی۔

وادیٔ کاغان

پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے یوں تو قریب ترین خوبصورت پہاڑی مقامات میں مری اور اس کے ساتھ گلیات شامل ہیں، لیکن ہم اپنی سیر کا آغاز وادیٔ کاغان سے کریں گے۔

محل وقوع:۔ اسلام آباد سے 300 کلومیٹر کے فاصلے پر براستہ ایبٹ آباد، مانسہرہ اور بالاکوٹ۔

بلندی:- 910 میٹر سے لے کر 4060 تک اس وادی کی

بلندی ہے۔

موسم:- یہ وادی مون سون کے خطے میں آتی ہے اس لئے نسبتاً زیادہ بارش ہوتی ہے اور موسم سارا سال سرد رہتا ہے۔

سیر کیلئے موزوں موسم: مئی تا ستمبر

دلچسپی کے سامان: ٹریکنگ، ہائیکنگ، کیمپنگ، فوٹوگرافی اور مچھلی کا شکار

وادی کی خصوصیات:

154.4 کلومیٹر کے رقبہ پر مشتمل یہ وادی کئی پہاڑی چوٹیوں اور خوبصورت جھیلوں پر مشتمل ہے۔ جن میں ماکڑا پیک، ملکہ پربت، سیرن پیک اور "موسیٰ کا مصلیٰ" شامل ہیں۔ جبکہ معروف جھیلیں سیف الملوک، لولوسر اور دودی پت ہیں۔

وادئ کاغان خوشنما پھولوں اور سر سبز وشاداب مرغزاروں کو دیکھنے کے شوقین حضرات کی سیر گاہ ہے۔ وادئ کاغان دراصل مون سون خطے میں آتی ہے اور اس کے اردگرد 4,500 سے لے کر 5,000 میٹر تک بلند پہاڑ ہیں اور اگر نقشے پر نظر دوڑائی جائے تو یہ وادی، وادئ انڈس اور وادئ کشمیر کے درمیان سینڈوچ کی طرح لگتی ہے۔ اس وادی کے قریباً تمام درّے (Passes) زیادہ سے زیادہ 4,000 میٹر کی بلندی تک ہیں۔

اسلام آباد سے کاغان جاتے ہوئے جو معروف مقامات آتے ہیں ان کا مختصر تعارف حاصل کرنے کے بعد ہم وادئ کاغان کے صدر مقام ناران اور اس کے بعد کے خوبصورت علاقوں میں داخل ہوں گے۔

بالاکوٹ:- وادئ کاغان بالاکوٹ سے شروع ہوتی ہے جو کہ دو عظیم مجاہدوں کی سرزمین ہے۔ دریائے کنہار کے ساتھ آباد یہ شہر نہایت خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ شہر دریا کے گرد آباد ہے اور شہر کے عین وسط میں دریا پر پل بنا ہوا ہے اردگرد خوبصورت ہوٹل ہیں جو ماحول کی خوبصورتی میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس مقام پر دریا کا پانی کچھ گدلا دکھائی دیتا ہے مگر جوں جوں بلندی کی طرف سفر کریں پانی صاف ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں تیزی اور تندی آتی چلی جاتی ہے یہ دریا کاغان جاتے ہوئے مسلسل بائیں جانب انتہائی شور کرتا ہوا بہتا چلا جاتا ہے جبکہ دائیں جانب بلند و بالا پہاڑ مسلسل ساتھ چلتے چلے جاتے ہیں۔

کیوائی:- بالاکوٹ سے 13 کلومیٹر کے فاصلے پر کیوائی شہر آباد ہے ان 13 کلومیٹر میں ہم 3000 فٹ کی بلندی سے 4000 فٹ کی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں گویا صرف ایک گھنٹے میں 1000 فٹ کی بلندی حاصل ہوتی ہے۔ اس مقام پر خاص دیکھنے کی جگہ شوگران ہے جو کہ کیوائی سے 5 میل کے فاصلے پر ہے اور جیپ ٹریک ہے۔ ان 5 میلوں میں ہم سطح سمندر سے مزید 3000 فٹ بلند ہو جاتے ہیں۔ شوگران کا مطلب ہے "آسمان میں جنگل" اس طرح ہم 7000 فٹ کی بلندی پر واقع جنگل کی سیر کر سکتے ہیں۔ اس مقام سے وادئ کاغان کی بلند چوٹیوں کے نظارے بھی ہوتے ہیں جن میں ملکہ پربت (17000 فٹ)، موسیٰ کا مصلیٰ (14000 فٹ) اور ماکڑا پیک (3,885 میٹر) ہیں۔ اسی راستے آپ تین سے چار دن کا ٹریک کر کے ماکڑا پیک سے ہوتے ہوئے غوری Ghori کے مقام پر اتر کر کشمیر کے صدر مقام مظفر آباد پہنچ سکتے ہیں۔

کثرت سے سیاحوں کے جانے اور جھیل کے اردگرد لوگوں کی بے احتیاطی کے نتیجے میں جابجا خالی لفافے، جوس پیک، اس طرح ہر قسم کی گندگی نظر آتی ہے۔ اس بات کا خیال ہر جھیل پر اور ان مقامات پر رکھنا ضروری ہے کہ لفافے اور جوس کے ڈبے، ٹن پیکس وغیرہ کو استعمال کے بعد مناسب طریقے سے ایک جگہ زمین میں دفن کر دیا جائے تا کہ ان علاقوں کا لازوال حسن قائم رہ سکے اور ماحولیاتی آلودگی سے اس علاقے کو محفوظ رکھا جائے۔

مہانڈری:- کیوائی کے بعد اہم مقام مہانڈری آتا ہے جو کہ 5,800 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس خوبصورت علاقے میں وادی کا منظر کافی تبدیل ہو جاتا ہے۔ دریائے کنہار کا پاٹ ایک دم خاصا کشادہ ہو جاتا ہے اور پہلے سے زیادہ تند ہو جاتا ہے۔ اس مقام سے ایک خوبصورت ٹریک منور گلی کے راستے جھیل سیف الملوک کے لئے نکلتا ہے لیکن اس کی سیر جھیل سیف الملوک کے موقع پر کریں گے۔

کاغان:- اس کے 11 کلومیٹر بعد ہم کاغان میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کاغان 7000 فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور اس مقام پر

دریائے کنہار 800 فٹ سڑک سے نیچے چلا جاتا ہے۔

ناران:- کاغان سے 16 کلومیٹر کے فاصلے پر ناران واقع ہے۔ ناران وادیٔ کاغان کے عین وسط میں ہے اور اس قدر خوبصورت مقام ہے کہ انسان کا بے اختیار کچھ روز قیام کو جی چاہتا ہے۔ کاغان سے ناران تک سڑک کی حالت بہت اچھی نہیں ہے۔ راستے میں دو تین جگہ پر گلیشئرز سڑک پر آئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جن کے اوپر سے گاڑیاں گزرتی ہیں۔ شہر کی اصل آبادی اردگرد کے پہاڑوں پر رہتی ہے اور صرف گرمیوں میں شہر پوری طرح آباد ہوتا ہے۔ شہر میں داخل ہوں تو شہر کی تمام دکانیں اور ہوٹل ناران کی اکلوتی سڑک کے گرد ہی مل جاتے ہیں۔ ناران میں قیام کے لئے اچھے ہوٹل مل جاتے ہیں لیکن سیزن میں عمدہ رہائش کے لئے کافی بھاؤ تاؤ کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر چاہیں تو کیمپنگ بھی کی جاسکتی ہے۔ ناران میں داخل ہونے سے دو اڑھائی کلومیٹر پہلے یوتھ ہوسٹل کی عمارت ہے اس میں بھی قیام ہوسکتا ہے مگر یہ جگہ شہر سے کچھ دور ہو جاتی ہے۔ ناران میں ڈاک خانہ اور ٹیلی فون کی سہولت موجود ہے۔ ناران میں کچھ دن قیام کے بعد اب ہمارے سامنے دو منزلیں ہیں آیئے ان کی باری باری سیر کرلیں۔

جھیل سیف الملوک

ملکہ پربت کے سایہ میں وادیٔ کاغان کی خوبصورت اور نہایت دلفریب آئینے کی طرح شفاف جھیل سیف الملوک ناران سے 12 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جو کہ 3200 میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ جھیل معروف افسانوی کردار شہزادہ سیف الملوک اور پری بدرجمال کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

جھیل تک جانے کے لئے جیپ روڈ موجود ہے۔ لیکن لوگ پیدل اور گھوڑوں پر بھی جاتے ہیں۔ پیدل جانے کے لئے تین سے چار گھنٹے درکار ہوتے ہیں۔ جھیل کے ساتھ ہی ایک ریسٹ ہاؤس ہے اور اب ریستوران کی طرح کے ایک دو عارضی کیبن بنائے گئے ہیں۔

جھیل کی خوبصورتی سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے وہاں کچھ دیر رکنا، اس کے گرد چکر لگانا، نہایت ضروری ہے۔

سیف الملوک سے مہانڈری
براستہ منور گلی 4000 میٹر
نہایت آسان ٹریک

درکار دن:- 2

۲۔ ٹریک کے لئے بہترین موسم: وسط جون تا آخر اگست نہایت آسان ٹریک

پہلا دن (۵ سے ۶ گھنٹے پیدل): جھیل سیف الملوک سے ملکہ پربت کی سمت ۳ کلومیٹر کا پیدل راستہ ہے۔ مقامی چرواہوں کے گذرنے سے کچ گاؤں تک راستہ واضح ہے۔ راستہ آسان ہے مگر ہلکی چڑھائی کے ساتھ ۳ کلومیٹر کے بعد کچ گاؤں کے پہاڑی مکان نظر آتے ہیں۔ مکان سے مراد سر چھپانے کے لئے اور بکریوں کو ایک باڑے میں رکھنے کے لئے پہاڑی پتھروں سے بنائے ہوئے محض چند چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں۔

کچ گاؤں کے بالمقابل ملکہ پربت ہے۔ یہاں سے نالہ عبور کر کے (نالہ عبور کرنے کے لئے وہاں پتھروں سے راستہ بنا ہوا ہے) آپ نے منور گلی کے لئے ۲ سے ۳ گھنٹے کی خاصی عمودی قریباً ۱۰۰۰ میٹر چڑھائی چڑھنی ہے۔ راستے کے بھولنے کا امکان اس لئے نہ ہونے کے برابر ہے کہ ایک تو وہاں ٹریک کچھ حد تک واضح ہے۔ دوسرے ٹریک کے ساتھ ساتھ مسلسل برجیاں (راستے کے ساتھ بڑے پتھروں پر راستہ نمایاں کرنے کے لئے مقامی لوگ ایک پتھر یا کچھ پتھر رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح راستہ واضح رہتا ہے) رکھی ہوئی ہیں اس سے آپ راستہ بھولنے سے محفوظ رہیں گے۔

گلی کی انتہائی اونچائی پر پہنچ کر آرام کریں اور کچھ تصویر کشی کے بعد آپ اپنے دائیں جانب برجیوں کی راہنمائی میں سفر جاری رکھیں۔ آپ کو دو مناسب بلندیوں (ایک بلندی آپ عبور کر چکے اور دوسری سامنے ہے) کے درمیان ایک چھوٹی سی جھیل دکھائی دے گی جو کہ چاروں طرف سے گلیشیئر میں گھری ہوئی ہے اور نہایت خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ اس کے بعد آپ گلی کا دوسرا پہاڑ جو کہ پہلے والے پہاڑ سے قدرے کم بلند ہے، سے نیچے اترنا شروع کریں۔ یہ مسلسل اترائی ہے۔ اس اترائی کے بعد درختوں کا ایک ذخیرہ ہے جو کہ منور نالہ تک لے جاتا ہے۔ اس نالے کو عبور کریں تو آپ کے سامنے "پیراں دا کٹھ" آبادی ہوگی۔ اس آبادی میں مختصر قیام کے بعد آپ مزید 2 گھنٹے کی خوبصورت مسافت پر منور بنگلہ پہنچ سکتے ہیں۔ منور نالے کے ساتھ ساتھ دونوں طرف کا راستہ منور بنگلے تک جاتا ہے۔ اس خوبصورت مقام پر آپ بڑے آرام سے کیمپنگ کریں۔ آرام کریں اور اگلے دن کی تیاری کریں۔ اگر منور بنگلہ کے چوکیدار سے آپ معاملات طے کرسکیں تو بجائے کیمپنگ

کے آپ اس کے قدیم ریسٹ ہاؤس میں بھی رات گذار سکتے ہیں۔

دوسرا دن: منور بنگلہ سے 3 کلومیٹر کے فاصلے پر "سیری" کی آبادی ہے جہاں سے مہانڈری تک جیپ روڈ ہے۔ آپ وہاں سے پبلک جیپ لیں فی سواری کرایہ جو "سیری" والے ادا کرتے ہیں ادا کریں اور مہانڈری پہنچ جائیں۔ وہاں سے ناران۔

ناران سے بابوسر پاس اور چلاس

بٹہ کنڈی:- ناران سے بابوسر پاس اور چلاس تک جانے کیلئے صرف جیپ کے ذریعہ سفر ممکن ہے کیونکہ سڑک محض پتھروں پر مشتمل ہے۔ ناران سے 17 کلومیٹر کے فاصلے پر بٹہ کنڈی ہے اس علاقے میں جرمن حکومت کے تعاون سے آلو اور مٹر کی کاشت کی جاتی ہے۔ اس مقام پر سرن نالہ دریائے کنہار میں ملتا ہے اور یہیں سے لالہ زار بذریعہ جیپ یا پیدل روانہ ہوا جاتا ہے۔ جو کہ ایک خوبصورت سرسبز و شاداب سطح مرتفع ہے۔

لالہ زار:- ناران 23 کلومیٹرز کے فاصلے پر لالہ زار اس علاقے کا ایک خوبصورت اور کئی دن کے قیام کے لئے ایک موزوں ترین مقام ہے۔ یہاں تک جیپ کے ذریعے یا پیدل پہنچا جاسکتا ہے۔ لالہ زار سے جھیل سیف الملوک تک ایک ٹریک جاتا ہے جو ہانس گلی کہلاتا ہے یہ ایک دن کا ٹریک ہے۔

بوراوئی:- بٹہ کنڈی سے 8 کلومیٹر کے فاصلے پر بوراوئی ہے جو کہ اس لحاظ سے بے آباد ہے کہ یہاں آبادی نظر نہیں آتی محض چائے اور بسکٹ وغیرہ کی ایک چھوٹی سی دکان ہے۔ یہاں جلکھڈ نالہ دریائے کنہار میں آکر ملتا ہے۔

بیسل:- بٹہ کنڈی سے 42 کلومیٹر کے فاصلے پر بیسل واقعہ ہے اس مقام پر ایک چائے خانہ ہے اور اس کے علاوہ ترپال ڈال کر عارضی رہائش کا انتظام کیا گیا ہے۔ جھیل دودی پت سے نالہ پوربی ناڑ دریائے کنہار میں گرتا ہے۔ یہاں سے دو خوبصورت جھیلوں کو راستہ جاتا ہے، لولوسر اور دودی پت سر۔ لولوسر تو ہم جیپ پر بھی جاسکتے ہیں کیونکہ یہ جھیل بابوسر کے راستے میں آئے گی۔ لیکن دودی پت سر کے لئے ہمیں کچھ پیدل چلنا ہوگا۔

بیسل سے دودی پت سر

نہایت آسان ٹریک

ٹریک کیلئے موزوں موسم جون سے اکتوبر

درکار دن:- دو، اگر آپ چاہیں تو یہ سفر بیسل سے ایک دن میں بھی طے ہوسکتا ہے عموماً ایک دن میں ہی طے کیا جاتا ہے۔ لیکن صرف اس صورت میں کہ سفر کا آغاز منہ اندھیرے کیا جائے۔

بلند ترین مقام: 3800 میٹر

پہلا دن:- بیسل سے مشرقی طرف بکریوں کے ریوڑ کے گزرنے کے راستے پر پوربی ناڑ نالہ کو اپنے دائیں طرف رکھ کر سفر جاری رکھیں۔ راستے میں آپ چھوٹے چھوٹے گلیشیئر زپر سے گزرتے چلے جائیں گے اسی طرح راستے میں کئی مقامی چرواہوں کی گرمیوں کی قیام گاہیں آئیں گی۔ راستے میں آنے والے پہاڑ سرسبز، دلفریب اور نہایت فرحت بخش احساس دلانے والے ہیں، مختلف جامنی نیلے اودے اور پیلے پھولوں کے گویا قالین بچھے ہوئے ہیں۔ چڑھائی ہے لیکن نہایت آرام سے اس بلندی کو عبور کیا جاسکتا ہے۔ تین گھنٹے کی آسان چڑھائی کے بعد گلما (Gulma) مقام آتا ہے یہاں وادی کافی کشادہ ہو جاتی ہے گلما میں کیمپ کیا جاسکتا ہے جو کہ 3,550 میٹر کی بلندی پر ہے۔

دوسرا دن:- گلما سے مزید تین گھنٹے کا پیدل سفر جھیل دودی پت لے جاتا ہے جو کہ تین ہزار آٹھ سو میٹر کی بلندی پر ہے تمام راستہ چرواہوں کی گرمیوں کی قیام گاہوں پر مشتمل ہے اور راستے میں جا بجا مختلف مویشی بھیڑیں بکریاں اور گھوڑے دکھائی دیتے ہیں۔ گہری نیلگوں دودی پت سر چار ہزار آٹھ سو میٹر بلند سرسبز و شاداب پہاڑوں کے درمیان گھری ہوئی ہے۔ پہاڑوں پر نہایت خوبصورت گلیشیر نظر آتے ہیں جو کہ سبزے کے ساتھ مل کر نہایت خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔ اس جھیل کے اردگرد آپ جس جگہ چاہیں کیمپ کر سکتے ہیں اور جس قدر چاہیں ٹراؤٹ مچھلی کا شکار کر سکتے ہیں کیونکہ یہ جھیل ٹراؤٹ مچھلی کی آماجگاہ ہے۔

دودی پت سر سے سرال جھیل اور نوری ناڑ پاس تک بھی پہنچا جاسکتا ہے۔

لولوسر:- بیسل سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر اس وادی کی ایک اور خوبصورت جھیل لولوسر واقع ہے جو کہ ایک طویل جھیل ہے اور قابل دید مقام ہے۔

گیٹی ڈاس:- ناران سے ستر کلومیٹر کے فاصلے پر وادی کاغان کی آخری آبادی ہے اس جگہ چلاسی لوگ بھی آ کر آباد ہیں اور سیاحوں کیلئے اس مقام پر کسی قسم کی سہولت موجود نہیں ہے۔

بابوسر پاس:- ناران سے بہتر کلومیٹر اور بسل سے اٹھارہ کلو میٹر کے فاصلے پر بابوسر پاس ہے اس کی بلندی چار ہزار ایک سو بہتر میٹر ہے اور جون سے اکتوبر تک جیپ کے ذریعے اس مقام تک پہنچا جا سکتا ہے عین پاس کی بلندی پر ایک مینار ہے جو کہ پاس کے سب سے بلند مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔ بابوسر پاس سے مزید پندرہ کلومیٹر نشیب پر بابوسر گاؤں ہے جو کہ گلگت ایجنسی کا حصہ ہے اور یہاں سے سینتیس کلومیٹر کے فاصلے پر ڈسٹرکٹ دیامیر کے صدر مقام چلاس تک باآسانی پہنچا جا سکتا ہے۔ جو کہ شاہراہ قراقرم پر واقع ہے۔

شاہراہ قراقرم

شاہراہ قراقرم KKH ایک ایسی شاہراہ ہے جو عجائبات دنیا میں سے ہے اور پاکستان کو چین سے ملاتی ہے اور دنیا کے تین عظیم پہاڑی سلسلوں، ہمالیہ، قراقرم اور پامیر کے درمیان سے گزرتی ہے جو کہ دراصل دنیا کا قدیم ترین سلک روٹ ہے۔ یہ شاہراہ دریائے سندھ، دریائے گلگت اور دریائے ہنزا کے ساتھ ساتھ گزرتی ہوئی پاکستان اور چین کی سرحد پر خنجراب ٹاپ تک چلی جاتی ہے۔ یہ شاہراہ 1284 کلومیٹر طویل ہے اس کے گرد بلند و بالا اور دنیا کے بلند ترین پہاڑ ہیں اور پہاڑوں کے ساتھ اس طرح لٹکتی چلی جاتی ہے کہ بعض مقامات پر سڑک کے ساتھ بہنے والا دریا پانچ سو میٹر کی گہرائی تک چلا جاتا ہے۔

یہ شاہراہ انجینیرنگ کا ایک بہت بڑا شاہکار ہے۔ جس کی تیاری میں آٹھ سو دس پاکستانی اور بیاسی چینی لوگ اللہ کو پیارے ہوئے (غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق شاہراہ کی تکمیل کے دوران مرنے والوں کی تعداد فی کلومیٹر فی آدمی بنتا ہے)۔ اس شاہراہ کے ساتھ دنیا کی تیس بلند ترین چوٹیوں میں سے بارہ چوٹیاں موجود ہیں گلگت، ہنزہ اور پسو سے ہوتی ہوئی انجام کار یہ سڑک 4733 میٹر (15,528 فٹ) خنجراب پاس تک پہنچتی ہے اور یہ شاہراہ دنیا کا بلند ترین metalled border ہے۔

اس شاہراہ کے ساتھ واقع نانگا پربت، ہنزہ، نگر کا تعارف اگلے مضمون میں پڑھیں گے۔

ٹریکنگ کیلئے درکار سامان

انفرادی سامان

ہر قسم کا راشن یا دوران سفر استعمال ہونے والی دیگر اشیاء اپنے گھر سے لے کر چلیں کیونکہ عموماً ناران گلگت وغیرہ میں یہ چیزیں نہیں ملتیں اور اگر ملیں تو ناقص یا مہنگی ملتی ہیں۔

1- رک سیک Ruck Sack (یہ کندھوں پر لٹکانے کے لئے ایک بیگ ہوتا ہے جس میں انفرادی استعمال اور گروپ کے استعمال کی اشیاء ہوتی ہیں چونکہ ٹریک کے دوران اس کو پہن کر چلنا ہوتا ہے اس لئے سفر سے پہلے اچھی طرح دیکھ کر تسلی کر لینی چاہئے کہ آیا رک سیک درست حالت میں ہے؟

2 ڈے سیک (یہ رک سیک سے چھوٹا ہوتا ہے بعض ٹریکس میں اس کی ضرورت ہوتی ہے)

3- واٹر پروف میٹرس Water Proof Mattress

4- سلیپنگ بیگ 5- ٹوپی (اونی ٹوپی، پی کیپ)

6- جیکٹ 7- سویٹر (ایک عدد ہاف سویٹر اور ایک عدد فل)

8- اونی دستانے، اونی جرابیں

9- جوگرز (جوگر کا سول ایسا ہونا چاہئے جس سے پھسلنے کا اندیشہ نہ ہو)

10- ٹی شرٹس (تین یا چار)

11- واکنگ سٹک (Trekking Poles)

12- دھوپ کے لئے عینک 13- ٹارچ

14- پانی کی بوتل 15- Swiss Knife

16- کپ، چمچ اور پلیٹ

17- پلاسٹک کے لفافے (ٹریک کے دوران اگر بارش ہو جائے تو رک سیک میں موجود کپڑوں کے بھیگنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے سلیپنگ بیگ اور تمام کپڑے پلاسٹک کے لفافوں میں ڈال کر رکھنے چاہئیں اور اس کے علاوہ کچھ زائد لفافے بھی ہونے چاہئیں)

18- Chap Stick (ان علاقوں کے موسم کی وجہ سے ہونٹ پھٹ جاتے ہیں جس کے لئے Chap Stick مفید ہوتی ہے)

19- اگر آپ کو کسی چیز کی الرجی ہے یا کسی بیماری کے لئے آپ کوئی دوائی استعمال کرتے ہیں تو وہ ضرور ساتھ رکھیں)

20- برساتی Rain Wear

21- کوئی سی Sun Block کریم

اجتماعی سامان

1- خیمہ 2- گروپ کے کھانے کا سامان
3- بڑے واٹر بیگ (گروپ کے مطابق)
4- کیمرہ 5- پکانے کے لئے بڑی دیگچیاں وغیرہ
6- سٹوو اور مٹی کا تیل یا آپ کا سٹوو جس ایندھن سے جلتا ہے۔ آجکل گیس کے چھوٹے سلنڈر بھی استعمال کئے جا رہے ہیں جن کا برنر ساتھ لگا ہوتا ہے۔ جس سے تیل کے جھنجھٹ سے جان چھوٹ جاتی ہے۔
7- رسی 8- فرسٹ ایڈ کٹ

جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

قفس اُداس ہے یارو صبا سے کچھ تو کہو
کہیں تو بہرِ خدا آج ذکرِ یار چلے

کبھی تو صبح ترے کنج لب سے ہو آغاز
کبھی تو شب سرِ کاکل سے مشکبار چلے

بڑا ہے درد کا رشتہ، یہ دل غریب سہی
تمہارے نام پہ آئیں گے غمگسار چلے

جو ہم پہ گزری سو گزری مگر شبِ ہجراں
ہمارے اشک تری عاقبت سنوار چلے

حضورِ یار ہوئی دفترِ جنوں کی طلب
گرہ میں لے کے گریباں کا تار تار چلے

مقام، فیض! کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

(فیض احمد فیض)

میر تقی میر

(مکرم فرخ شاد صاحب)

میر تقی میر ایک ایسا شاعر ہے کہ ناسخ، ذوق اور غالب جیسے اساتذۂ سخن سے لے کر جدید دور کے تمام شعراء تک جس کے قائل اور معتقد ہیں۔ غالب ایسا جادو نگار جو کسی کو خاطر نہیں لاتا تھا یہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔

ریختے کے تمہیں اُستاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں کہ اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

بنیادی تعارف

میر محمد تقی نام اور میر تخلص کرتے تھے۔ ان کے آباء حجاز سے روانہ ہو کر سرحد دکن میں پہنچے اور پھر وہاں سے احمد آباد، گجرات میں وارد ہوئے۔ میر کے والد کا نام محمد عبداللہ تھا، جو شرفائے احمد آباد سے تھے اور بوجہ پرہیزگاری "میر متقی" کہلاتے تھے۔ میر ابھی دس سال کے تھے جب ان کا انتقال ہو گیا۔

مختصر حالاتِ زندگی

والد صاحب کی وفات کے بعد بڑے بھائی نے میر سے بڑی بے مروّتی کی اور باپ کے کل ترکہ پر قبضہ کر لیا۔ اس صغرسنی میں میر تلاشِ معاش میں مصروف ہوئے۔ جب گذر اوقات کی کوئی معقول صورت نظر نہ آئی تو دہلی کا رُخ کیا۔ وہاں اپنے ایک رشتہ دار سراج الدین خان آرزو کے ہاں کچھ عرصہ رہے۔ سلسلہ تعلیم جاری تھا، مگر خان آرزو نے میر کو بہت تکلیفیں پہنچائیں۔ ایک روز مجبوراً ان کے مکان سے نکل گئے، مگر خوبی قسمت سے ایک رئیس رعایت خاں نامی نے ان کو اپنا مصاحب بنا لیا اور اس طرح تنگدستی سے کچھ نجات حاصل ہوئی۔

خانہ جنگیوں سے دہلی کی حالت ابتر ہو رہی تھی۔ اسی لوٹ مار میں میر صاحب کا مکان بھی خاک میں مل گیا، چنانچہ میر دہلی کو چھوڑ کر اکبر آباد روانہ ہوئے۔ کچھ دنوں یہاں قیام کر کے پھر مستقل دہلی واپس آ گئے۔

عروجِ شاعری

میر کی شاعری کو عروج دہلی میں حاصل ہوا اور ایسا ہوا کہ لوگ ان کے کلام کو دور دراز شہروں میں بطور تحفہ لے کر جاتے تھے۔ شاہ عالم کے دربار اور امراء کی محفل میں ان کا جوہر کمال بڑے بڑوں سے دادِ تعظیم لیتا، لیکن بقول آزاد "خالی آدابوں سے خاندان تو نہیں پل سکتے اور وہاں تو خود خزانہ سلطنت خالی پڑا تھا"۔ اس لئے میر نے حسرت و یاس کے ساتھ دہلی کو الوداع کہا اور ۱۷۸۲ء میں لکھنؤ پہنچے۔

میر لکھنؤ میں

لکھنؤ میں غیر معمولی التفات اور اعزاز کے ساتھ میر کی آؤ بھگت کی گئی۔ نواب آصف الدولہ نے ان کے لئے دو سو روپیہ ماہانہ مقرر کر دیا۔ دہلی کی طرح لکھنؤ میں بھی میر کو بہت اعزاز حاصل رہا، لیکن وہ چونکہ بہت زیادہ نازک مزاج اور خوددار طبیعت کے مالک تھے، اس لئے انہوں نے سرمایۂ شعر وسخن کے مقابل پر سرمایۂ سلطنت کو ہیچ سمجھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ فاقے کرتے، دُکھ اُٹھاتے اور فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے رہے۔

وفات

میر کا انتقال ۱۸۱۰ء میں لکھنؤ میں ہوا اور وہیں مزار بھی ہے، مگر سنگِ مزار نہ ہونے کی وجہ سے قبر کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ میر نے تقریباً ۸۸ برس عمر پائی۔

تصانیف

میر تقی میر کے کلام کا ذخیرہ وافر ہے۔ ایک دیوان فارسی کا ہے اور چھ دیوان اُردو کے ہیں۔ بہت سی مثنویاں اور قصائد بھی ان سے یادگار ہیں۔ اُردو دواوین میں غزلوں کے علاوہ رباعی، مخمس، مستزاد، مسدس وغیرہ سب اصنافِ سخن موجود ہیں۔ اور غزلوں کی تعداد ہزاروں ہے۔

اس کے علاوہ "فیضِ میر" کے نام سے فارسی زبان میں ایک مختصر رسالہ ہے اور ایک تذکرہ "نکات الشعراء" ہے جس میں اُردو شعراء کے حالات بیان کئے ہیں۔ میر کے اپنے بیان کے مطابق شعرائے اُردو کا یہ سب سے پہلا تذکرہ ہے۔ علاوہ ازیں میر کی خود نوشت سوانح عمری پر مشتمل ایک کتاب موسوم بہ "ذکر میر" ہے، جو قریباً ۱۸۵۰ء میں دستیاب ہوئی۔

میر بحیثیت شاعر

میر کی شاعری میں اگرچہ جملہ اصناف کے نمونے ملتے ہیں، مگر ان کی شہرت غزلوں اور مثنویوں پر مبنی ہے۔ میر نے قصائد بھی لکھے، لیکن چونکہ طبیعت کو اس سے مناسبت نہ تھی اس لئے بات نہ بن سکی۔ غزل گوئی کی مملکت میں میر ایک منفرد حکمران ہیں، جن کا کوئی حریف نہیں۔ ذوق اپنے

ایک شعر میں میر کی غزل کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوقؔ! یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

نمونۂ کلام

کل پانوں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا
یک سر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسی کا سرِ پُر غرور تھا
تھا وہ تو رشکِ حورِ بہشتی ہمیں میں میر
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنی قصور تھا

☆☆☆

تا بہ مقدور انتظار کیا
دل نے اب زور بے قرار کیا
دشمنی ہم سے کی زمانے نے
کہ جفا کار تجھ سا یار کیا
ایک ناوک نے اس کی مژگاں کے
طائر سدرہ تک شکار کیا
ہم فقیروں سے بے ادائی کیا
آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا
سخت کافر تھا جن نے پہلے میر
مذہب عشق اختیار کیا

☆☆☆

گل کو محبوب ہم قیاس کیا
فرق نکلا بہت، جو باس کیا
دل نے ہم کو مثالِ آئینہ
ایک عالم کا روشناس کیا
کچھ نہیں سوجھتا ہمیں اس بن
شوق نے ہم کو بے حواس کیا
عشق میں ہم ہوئے نہ دیوانے
قیس کی آبرو کا پاس کیا
صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی
کیا پتنگے نے التماس کیا

قصد گر امتحان ہے پیارے
اب تلک نیم جان ہے پیارے
سجدہ کرنے میں سر کٹیں ہیں جہاں
سو ترا آستان ہے پیارے
گفتگو ریختے میں ہم سے نہ کر
یہ ہماری زبان ہے پیارے
کام میں قتل کے مرے تن دے
اب تلک مجھ میں جان ہے پیارے
چھوڑ جاتے ہیں دل کو تیرے پاس
یہ ہمارا نشان ہے پیارے
میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

☆☆☆

اُس کے ایفائے عہد تک نہ جیے
عمر نے ہم سے بے وفائی کی
وصل کے دن کی آرزو ہی رہی
شب نہ آخر ہوئی جُدائی کی
اسی تقریب اُس گلی میں رہے
منتیں ہیں شکستہ پائی کی
دل میں اُس شوخ کے نہ کی تاثیر
آہ نے آہ نارسائی کی
کاسۂ چشم لے کے جوں نرگس
ہم نے دیدار کی گدائی کی
زور و زر کچھ نہ تھا تو بارے میر
کس بھروسہ پہ آشنائی کی

☆☆☆

دیکھ تو دل کہ جاں سے اُٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اُٹھتا ہے
خانۂ دل سے زینہار نہ جا
کوئی ایسے مکاں سے اُٹھتا ہے
نالہ سر کھینچتا ہے جب میرا
شور اک آسماں سے اُٹھتا ہے

بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو
جو ترے آستاں سے اُٹھتا ہے
عشق اک میر بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتواں سے اُٹھتا ہے

☆☆☆

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے
نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے
نقطۂ خال سے ترا ابرو
بیت اک انتخاب کی سی ہے
مَیں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اُسی خانہ خراب کی سی ہے
آتش غم میں دل بھنا شاید
دیر سے بو کباب کی سی ہے
میر اُن نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

☆☆☆

دلِ مضطرب سے گزر گئے، شبِ وصل اپنی ہی فکر میں
نہ دماغ تھا، نہ فراغ تھا، نہ شکیب تھا، نہ قرار تھا
جو نگاہ کی بھی پلک اُٹھا، تو ہمارے دل سے لہو بہا
کہ وہیں وہ ناوکِ بے خطا کسو کے کلیجے کے پار تھا
نہیں تازہ دل کی شگفتگی، یہی درد تھا، یہی خستگی
اُسے جب سے ذوقِ شکار تھا، اُسے زخم سے سروکار تھا
کبھو جائے گی جو ادھر صبا، تو یہ کہیو اس سے کہ بے وفا
مگر ایک میر شکستہ پا، ترے باغِ تازہ میں خار تھا

☆☆☆

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دُعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی
کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے
ہر اک چیز سے دل اُٹھا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی تری
سو یاں سے لہو میں نہا کر چلے
دکھائی دیے یوں کہ بے خود کیا
ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے
جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی
حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
گئی عمر در بندِ فکرِ غزل
سو اس فن کو ایسا بُرا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

☆☆☆

اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا
میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اُن نے تو
قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا

☆☆☆

ریختہ کاہے کو تھا اِس رتبۂ اعلیٰ میں میر
جو زمیں نکلی اسے تا آسماں مَیں لے گیا

☆☆☆

درد ہی خود ہے، خود دوا ہے عشق
شیخ کیا جانے تُو کہ کیا ہے عشق
تُو نہ ہووے تو نظمِ کُل اُٹھ جائے
سچے ہیں شاعراں خدا ہے عشق

☆☆☆

امدادی کتب: 1۔آبِ حیات۔ مولانا محمد حسین آزاد 2۔ہسٹری آف اردو لٹریچر۔رام بابو سکسینہ 3۔مختصر تاریخ اردو ادب۔ڈاکٹر سید اعجاز حسین 4۔اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ۔ڈاکٹر سلیم اختر 5۔کلیاتِ میر۔

انتخاب

"بہادر اللہ دتہ"

(ابن انشاء)

ایک مضمون نگار، ایڈیٹر "قومی ادب" کے دفتر میں ڈرتے ڈرتے جھجکتے جھجکتے داخل ہوا اور ایڈیٹر سے کہا "میرا نام اللہ دین ہے۔ چراغ تخلص کرتا ہوں، شاعری ورثے میں ملی ہے، ادب گھٹی میں پڑا ہے۔ ایک افسانہ لایا ہوں، بالکل اچھوتا موضوع ہے، آپ دیکھیں گے تو......"

ایڈیٹر نے کہا آپ چھوڑ جایئے اپنا افسانہ اس کے ساتھ ٹکٹ لگا کر، جوابی لفافہ ضرور ہونا چاہیے۔ آپ کو چھ مہینے کے اندر اندر اپنی رائے سے مطلع کر دوں گا۔

مضمون نگار نے لجاجت سے عرض کی کہ "گستاخی نہ ہو تو عرض کروں کہ چھوٹا سا افسانہ ہے۔ آپ ابھی سُن لیں اور اپنی رائے مجھے بتا دیں۔ بس تین چار منٹ کی بات ہے۔ آپ اجازت دیں تو میں......"

ایڈیٹر نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ اچھا اچھا...... خیر پڑھیے۔ کیا عنوان ہے؟

مضمون نگار نے کہا "عنوان تو بہت اچھوتا رکھا ہے میں نے — "کارِ خیر" لیکن اس کا عنوان — "کارِ خیر" — لیکن اس کا عنوان "بہادر اللہ دِتہ" بھی ہوسکتا ہے۔

"ایڈیٹر نے کہا "خیر پڑھیے"۔ مضمون نگار نے پڑھنا شروع کیا:۔

"رات کے تین بجے ہوں گے، ہر کوئی خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔ کہیں کوئی روشنی نظر نہ آ رہی تھی۔ یکا یک اونچے مکان کی چوتھی منزل سے آگ کی لپٹیں اٹھیں۔ پھر کسی کے چلانے کی آواز آئی۔ آگ آگ۔ بچاؤ۔ بچاؤ"۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی لاپروا کرایہ دار انگیٹھی بجھائے بغیر سو گیا تھا۔ اُس کی چنگاری کپڑوں پر پڑی اور آگ بھڑک اُٹھی۔ اب وہ شخص آگے آگے تھا اور آگ پیچھے پیچھے۔

دفعتاً آگ بجھانے والے انجن کا گھگھو سُنائی دیا۔ فائر مین اللہ دتہ جو منجھلی عمر اور گٹھے ہوئے جسم کا بڑی بڑی کالی مونچھوں والا جہلم کی طرف کا سابق سپاہی تھا دروازے کے سامنے رُکا۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر کمرے میں گھس گیا اور اُس حواس باختہ شخص کو شعلوں میں سے نکال لایا۔

اب اُس نے شست باندھ کر پانی کا تریڑا دیا اور آگ بجھ گئی۔

آگ بجھانے کے دستے کا جمعدار پیر اولاد بخش آگے بڑھا اور بولا "آفرین ہے تیری بہادری پر، محکمے کو تجھ سے یہی توقع تھی"۔

اُس کے بعد مسکرا کر بولا "ذرا دیکھنا تمہاری داہنی مونچھ جل رہی ہے" بہادر اللہ دتہ بھی مسکرا دیا اور پانی کا ایک تریڑا اپنی داہنی مونچھ پر بھی دیا۔ دور مشرق میں سپیدۂ سحری نمودار ہو رہا تھا"

ایڈیٹر نے کہا۔ افسانہ بُرا نہیں بعض جگہ نظرِ ثانی کی ضرورت پڑے گی۔ ذرا شروع سے پڑھیے دیکھیں اس کا کیا ہوسکتا ہے"۔

مضمون نگار نے کہا "سنیئے" رات کے تین بجے ہوں گے، ہر کوئی خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا"۔

ایڈیٹر نے کہا "ام م...... یہ نہیں چلے گا۔ ہر کوئی کا مطلب ہے پولیس والے بھی سو رہے تھے۔ یعنی اپنی ڈیوٹی سے غافل تھے نہیں نہیں نہیں۔ ٹھیک نہیں۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس ملک میں چوکی کا انتظام ٹھیک نہیں۔

اسے بدل کر یوں کر دیجئے۔ رات کے تین بجے ہوں گے۔ کوئی آدمی خواب خرگوش کے مزے نہیں لوٹ رہا تھا"۔

مضمون نگار نے احتجاجی لہجے میں کہا "یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ رات کا منظر ہے ایسے میں تو لوگ سو ہی رہے ہوتے ہیں"۔

ایڈیٹر نے کہا "یا پھر یوں لکھ دیجیے کہ شہر میں ہر کوئی خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا لیکن ہوشیار اور چوکس تھا"۔

مضمون نگار نے ممناتے ہوئے کہا "جی کیا فرمایا۔ سو رہا تھا اور چوکس بھی تھا"۔

ایڈیٹر نے کہا "ہاں یہ تو کچھ بے معنی سی بات ہوگئی۔ کچھ لوگ خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے، کچھ ہوشیار اور چوکس تھے"۔ چلیے آپ آگے چلیے۔

مضمون نگار نے کھنکھاتے ہوئے کہا "کہیں روشنی نظر نہیں آ رہی تھی"۔

ایڈیٹر نے روکا "کیا مطلب آپ کا؟

یعنی "ہمارے ملک میں ایسے بلب بنتے ہیں کہ جل کے روشنی نہیں دیتے"۔

مضمون نگار نے کہا "جی نہیں۔ یہ بات نہیں۔ رات میں تو بلب بجھا دیے جاتے ہیں"۔

ایڈیٹر نے کہا "عزیز من سب لوگ اتنے سمجھدار نہیں ہوتے کہ یہ نقطہ سمجھ جائیں۔ بہت سے تو یہ سمجھیں گے کہ ہمارے ہاں بلب ناقص بنتے ہیں۔ میری مانو تو اسے کاٹ ہی دو۔ اگر بلب جل نہیں رہے تھے تو اُن کے ذکر سے فائدہ"۔

مضمون نگار نے پھر کسمساتے ہوئے آگے پڑھنا شروع کیا "یکا یک ایک اونچے مکان کی چوتھی منزل سے آگ کی لپٹیں اٹھیں۔ پھر کسی کے چلانے کی آواز آئی۔ آگ آگ بچاؤ بچاؤ"۔

ایڈیٹر نے پھر ٹوکا "گویا بھگدڑ مچ گئی گویا ہم اپنے پرچے میں اس بات کو شہرت دیں کہ ہمارے عوام ذرا سی بات پر اُن میں بھگدڑ مچ جاتی ہے۔ یعنی وہ اوسان کھو بیٹھتے ہیں۔ نہیں نہیں صاحب یہ نہیں چلے گا۔ "یہ قومی ادب" کا دفتر ہے "سرخ آفتاب" کا نہیں"۔

مضمون نگار نے کہا "جی یہ تو محض افسانہ ہے۔ ایک تخلیقی کوشش ہے۔ میں تو بس آگ کا منظر بیان کر رہا تھا"۔

ایڈیٹر نے کہا "آپ اس میں ایک مطمئن مزاج اور اپنے فرائض سے باخبر شہری کی بجائے ایک ایسا کردار لاتے ہیں جس کے محض ذرا سی بات پر، محض مکان کو آگ لگ جانے سے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں۔ میں آپ کی جگہ ہوتا تو بچاؤ بچاؤ کی بجائے اُس کردار سے کوئی ایسی بات کہلواتا جو قومی تقاضوں کے زیادہ مطابق ہوتی۔ مثلاً مثلاً وہ کہتا۔ "اجی ایسی آگیں بہت دیکھی ہیں ابھی بجھا دیں گے"۔ بلکہ اُس کو کہنا یہ چاہیے تھا کہ "آگ واگ کچھ نہیں تخریب پسندوں کا پروپیگنڈہ ہے"۔

مضمون نگار نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"جی آگ تو بہر حال لگی تھی"۔

ایڈیٹر نے کہا "آپ آگے چلیے آخر اس شخص کو بُری طرح چلانے کی کیا ضرورت تھی"۔

مضمون نگار نے آگے پڑھا "معلوم ہوتا تھا کہ کوئی لاپرواکرائے دار انگیٹھی بجھائے بغیر سو گیا تھا۔ اُس کی چنگاری کپڑوں پر پڑی اور بھڑک اُٹھی"۔

اب کی بار ایڈیٹر کرسی سے اُچھل پڑا۔

"یہ آپ نے کیا لکھ دیا کہ ایک شخص انگیٹھی بجھائے بغیر سو گیا۔ آپ ہمارے پڑھنے والوں کے سامنے ایک غلط مثال پیش کر رہے ہیں، تاکہ وہ بھی ایسی غفلت

کریں۔ نہیں نہیں نہیں، انگیٹھی کا ذکر بالکل اُڑا دو۔ آگ کے ذکر کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اچھا اب آگے پڑھو۔ بیچ کا حصہ چھوڑ کر سیدھے سیدھے فائر مین کے کردار پر آ جاؤ۔

مضمون نگار نے پڑھا۔

"فائر مین اللہ دتہ جو منجھلی عمر اور گٹھے ہوئے جسم کا بڑی بڑی کالی مونچھوں والا جہلم کی طرف کا سابق فوجی تھا دروازے کے سامنے رکا۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا"۔

ایڈیٹر بولا "سوچتا رہا؟۔ بھئی فائر مین کو سوچنا مت دیکھایئے۔ اُس کا کام تو بس آگ بجھانا ہے"۔

مضمون نگار نے کہا "حضور اس سے کہانی میں زور پیدا ہوتا ہے"۔

ایڈیٹر نے کہا "کہانی میں زور پیدا ہو گیا تو کیا۔ اِس سے فائر مین کی تو کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ پھر تیسری بات یہ ہے کہ جب ہم نے آگ کا ذکر حذف کر دیا تو فائر مین کے ذکر کی کیا حاجت"۔

مضمون نگار نے کہا "لیکن پھر فائر مین اللہ دتہ اور جمعدار اولاد بخش کے مکالمے کا موقع کیسے پیدا ہو گا؟"

ایڈیٹر نے کہا "یہ مکالمے تو آپ اُن کے دفتر میں بھی دکھا سکتے ہیں"۔

مضمون نگار نے پھر پڑھا "آگ بجھانے والے دستے کا جمعدار پیر اولاد بخش آگے بڑھا اور بولا۔ "آفرین ہے تیری بہادری پر۔ محکمے کو تجھ سے یہی توقع تھی"۔ اس کے بعد مسکرا کر بولا "دیکھو تمہاری داہنی مونچھ جل رہی ہے"۔

بہادر اللہ دتہ بھی مسکرایا اور پانی کا ایک تریڑا اپنی داہنی مونچھ پر دیا"۔

ایڈیٹر نے اعتراض کیا کہ یہ جلتی ہوئی مونچھ کا ذکر بہت ضروری ہے؟۔

مضمون نگار نے کہا "جی یہ تو میں نے اپنے افسانے میں مزاح پیدا کرنے کے لئے ڈالا ہے۔ اپنی فرض کی ادائیگی میں ایک شخص کا ایسا انہاک دکھایا گیا ہے کہ اُسے اپنی مونچھ کے جلنے کی خبر نہیں ہے"۔

ایڈیٹر نے کہا میری مانیے تو آپ اس ذکر کو خارج ہی رکھیے۔ جب مکان کو آگ نہیں لگی تو مونچھ کو لگانے کی کیا ضرورت ہے؟

مضمون نگار نے پھر پہلو بدل کر کہا "وہ مزاح کا عنصر؟"

ایڈیٹر نے کہا "وہ تو ویسے ہی رہے گا اور لوگ کب ہنستے ہیں؟ جب ان کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ کیا آگ کا ذکر نکال دینے سے پریشانی رفع نہیں ہو جاتی؟۔ ضرور ہو جاتی ہے۔ لہذا ہر شخص خوش ہو گا۔ ہر شخص خود بخود ہنسے گا۔

اچھا اب آپ یوں کیجئے کہ شروع سے ہی سنا دیجیے کہ کہانی کی کیا صورت ہے؟

مضمون نگار نے پڑھا:۔

"رات کے تین بجے ہوں گے۔ کچھ لوگ خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے کچھ ہوشیار اور چوکس تھے۔ یکا یک ایک مکان کی چوتھی منزل سے کوئی پکارا آگ واگ کچھ بھی نہیں تخریب پسندوں کا پروپیگنڈا ہے۔ فائر مین اللہ دتہ منجھلی عمر، گٹھے ہوئے جسم، بڑی بڑی مونچھوں والا جہلم کی طرف کا سابق فوجی تھا۔ آگ بجھانے والے دستے کا جمعدار پیر اولاد بخش آگے بڑھ کر اُس سے بولا آفرین ہے تیری بہادری پر محکمے کو تجھ سے یہی توقع تھی۔ اللہ دتہ مسکرایا اور مسکرا کر پانی کا تریڑا اپنی داہنی مونچھ پر دیا۔ دور افق پر سپیدہ سحری نمودار ہو رہا تھا"۔

ایڈیٹر نے کہا "اب بات بنی نا۔ اب افسانہ بے نقص ہے اور ماہنامہ "قومی ادب" اسے آب و تاب سے چھاپے گا"۔

•••••••

آگے قدم بڑھائے جا

(مرتبہ: عطاء المومن صاحب)

مجلس گرین ٹاؤن لاہور

مجلس کے 51 خدام نے ساڑھے تین گھنٹے وقارعمل کر کے ایک مقامی پارک کی صفائی کی اور پارک کے تمام گند کو ٹریکٹر ٹرالی کی مدد سے مناسب جگہ پھینکا گیا۔

مجلس سمن آباد لاہور

حلقہ کی ایک سڑک کی نہایت خستہ حالت کو درست کرنے کیلئے مجلس کے 45 خدام نے 5 گھنٹے کام کر کے سڑک کی حالت کو درست کیا۔

مجلس ماڈل ٹاؤن لاہور

مجلس کے 42 خدام اور 27 اطفال نے سوا تین گھنٹے وقارعمل کر کے مجلس کی بیت کی صفائی کی گئی۔

مجلس ملیر کینٹ کراچی

مجلس کے خدام نے علاقہ گلشن جامی کے بڑے پیمانے پر صفائی کر کے علاقہ کا حلیہ بدل دیا۔ اس سلسلہ میں مجلس کے 67 خدام نے 3 گھنٹے تک کام کیا۔

مجلس خدام الاحمدیہ راجگڑھ لاہور

ایک مثالی وقارعمل کا انعقاد کر کے نصف کلو میٹر لمبی سڑک کی مرمت کی گئی۔ اس وقارعمل میں 32 خدام نے 2 گھنٹے کام کیا۔

ڈگری گھمنان سیالکوٹ

60 خدام اور 40 اطفال نے 5 گھنٹے مسلسل کام کر کے ڈیڑھ کلو میٹر لمبی سڑک کی مرمت کی گئی۔

ضلع سرگودھا

2 مختلف مقامات پر فری میڈیکل کیمپ قائم کر کے 700 کے قریب مریضوں کا معائنہ کیا گیا اور مجموعی طور پر -/2000 روپے کی ادویات تقسیم کی گئیں۔

مجلس ماڈل ٹاؤن لاہور

ٹاؤن شپ آبادی کے درمیان واقع ایک چار کنال کے گراؤنڈ کو اس بلاک (ناصر بلاک) کی سات قیادتوں کے خدام نے مل کر 5 گھنٹے وقارعمل کر کے بالکل صاف کر دیا۔

مجلس فضل عمر فیصل آباد

مجلس کے 45 خدام اور 11 اطفال نے 2 گھنٹے کام کر کے سڑک پر مٹی ڈال کر اس کی مرمت کی۔

ضلع منڈی بہاؤالدین

ضلع کی 12 مجالس نے سو فیصد وصولی مرکز ارسال کر دی ہے۔

ضلع اٹک

قیادت ضلع نے تمام مجالس کے بجٹ پر نظر ثانی کرا کے 43 فیصد سے زائد اضافہ کیا۔

ضلع سیالکوٹ

ضلع کی 17 مجالس کی سو فیصد وصولی ہو چکی ہے۔

ضلع نارروال

5 مجالس نے سو فیصد وصولی مرکز ارسال کر دی ہے۔

ضلع لاڑکانہ

خدام الاحمدیہ ضلع لاڑکانہ نے اجتماعی وقارعمل کرتے ہوئے مری ہاؤس کی 50 فٹ اور 8 فٹ اونچی دیوار تعمیر کی۔ اس وقارعمل میں مجلس کے 37 خدام نے ساڑھے تین گھنٹے کام کیا۔

(مکرم شیخ نصیر احمد صاحب)

آج میں آپ کو کمپیوٹر کے بنیادی خاکے کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ پہلے آپ نیچے دی گئی تصویر کو دیکھیں۔
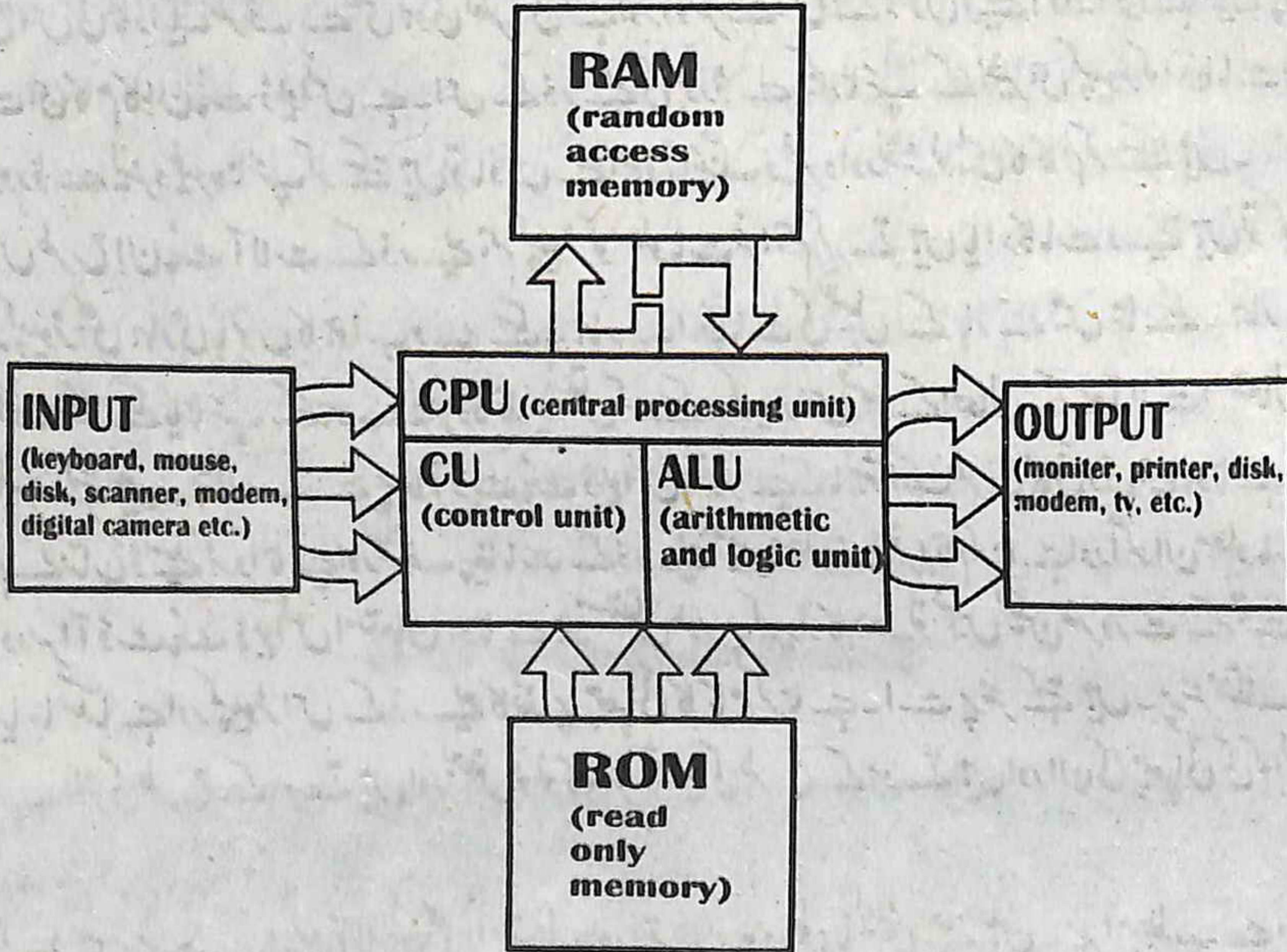
انسانی جسم میں دماغ کی جو اہمیت ہے اور کام ہے اسی طرح ہم CPU کو کمپیوٹر کو دماغ کہہ سکتے ہیں یا کاروباری زبان میں سپروائزر کہہ سکتے ہیں۔ یعنی کمپیوٹر کا کوئی بھی کام اس کی اجازت کے بغیر انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ انسان اگر سو بھی رہا ہو تو اس کے دماغ کا لاشعور والا حصہ جاگ رہا ہوتا ہے مگر CPU کا کوئی ایسا نہیں جس کو ہم لاشعور کہہ سکیں۔ البتہ CPU کے ساتھ تعاون کرنے والا ایک ایسا حصہ ہوتا ہے جس کو واقعی کمپیوٹر کا لاشعور کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ حصہ ROM کہلاتا ہے۔ اس حصے کو کو جگاتے رہنے کا سہرا ایک چھوٹے سے بیٹری سیل کے سر بندھتا ہے۔ CPU کے اندرونی طور پر تو بہت سارے ڈیپارٹمنٹ ہوتے ہیں لیکن میجر ڈیپارٹمنٹ دو ہیں۔ یا یوں سمجھ لیں کہ سپروائزر صاحب کے جو دو نائبین زیادہ کام کرتے ہیں ان میں ایک ALU کہلاتا ہے۔ اس کو آپ کمپیوٹر کا "منشی" بھی کہہ لیں تو یہ برا نہیں منائے گا۔ اس کے ذمہ حساب کتاب کا کام ہے۔ حساب کتاب سے مراد زمینوں کا حساب نہیں۔ بلکہ ہم جو کام کمپیوٹر کے ذمے لگاتے ہیں اس میں جو Calculations ہوتی ہیں اُن کو حل کرنا، حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے منطقی فیصلے کرنا وغیرہ۔ ALU ایک سیکنڈ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں Calculations انجام دے سکتا ہے۔

CPU کا دوسرا حصہ CU ایک کنٹرولنگ سیکشن کے طور پر کام کرتا ہے۔ Keyboard سے کوئی بٹن دبایا گیا اس کا کیا کرنا

ہے، ڈسک سے کچھ پڑھنا ہے یا اس میں کچھ لکھنا ہے، مانیٹر پر کچھ ڈسپلے کروانا ہے، پرنٹر پر چھپائی کے لئے کچھ بھیجنا ہے اور اسی قسم کے ہزاروں طرح کے کام CU کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتے ہیں۔

اسی طرح کمپیوٹر کے ساتھ کچھ ایسے آلات لگے ہوتے ہیں جن کے ذریعے ہم کمپیوٹر کو معلومات فراہم کرتے ہیں یعنی وہ کمپیوٹر کے اِن پُٹ ڈیوائسز کہلاتے ہیں۔ مثلاً سب سے پہلا اِن پُٹ ڈیوائس کی بورڈ ہے جس کے ذریعے ہم کمپیوٹر کو مختلف احکامات دیتے ہیں۔ دوسرا اہم اِن پُٹ ڈیوائس Mouse کہلاتا ہے۔ بظاہر تو اس میں ماؤس یعنی چوہے والی کوئی خاصیت نہیں سوائے اس کے چوہے کی دم کی طرح اس کی تار ایک طرف سے نکلتی ہوئی نظر آتی ہے اور دوسرے اس کے بٹنوں ایسے آواز آتی ہے جیسے چوہا کچھ کتر رہا ہو۔ خیر ماؤس بہت ہی کام کا اِن پُٹ ڈیوائس ہے۔ اس کے ذریعے کی بورڈ سے کچھ ٹائپ کئے بغیر ہی کمپیوٹر کو احکامات دے سکتے ہیں۔ دوسرا اگر ہم کی بورڈ سے لیٹر وغیرہ ٹائپ کر سکتے ہیں تو ماؤس سے ہم ڈرائینگ وغیرہ اور نقشہ نویسی کا کام کر سکتے ہیں۔

جس طرح اِن پُٹ آلات کے ذریعے ہم کمپیوٹر کو معلومات فراہم کرتے ہیں یا احکامات دیتے ہیں تو کوئی ایسا ذریعہ بھی ہونا چاہئے کہ کمپیوٹر بھی ہماری باتوں کا جواب دے سکے۔ ہمارے احکامات کی تعمیل کے بارے میں بتا سکے۔ ہمارے لئے تیار کئے گئے مختلف گراف دکھا سکے یا ٹائپ کئے ہوئے لیٹر کو کاغذ پر منتقل کر سکے۔ کمپیوٹر اس قسم کے افعال کے جو آلات استعمال کرتا ہے انہیں آؤٹ پُٹ ڈیوائسز کہتے ہیں۔ مثلاً سب سے پہلا آؤٹ پُٹ ڈیوائس مانیٹر ہے۔ مانیٹر ایک طرح کا ٹی وی ہی ہوتا ہے جس کی سکرین پر کمپیوٹر مختلف قسم کے نتائج ڈسپلے کرواتا ہے اور مختلف پیغامات کے ذریعے ہمیں معلومات فراہم کرتا ہے اور اگر ان معلومات کو ہم کاغذ پر منتقل کرنا چاہیں تو دوسرا آؤٹ پُٹ ڈیوائس استعمال ہوتا ہے جو مستقل طور پر کمپیوٹر کا حصہ تو نہیں لیکن ضرورت کے تحت اسے کمپیوٹر کے ساتھ منسلک کیا جا سکتا ہے اور کمپیوٹر اس کے ذریعے کاغذ پر چھپائی کا کام کرتا ہے۔ اسے پرنٹر کہتے ہیں۔ پرنٹر مختلف اقسام کے ہوتے ہیں بعض ٹائپ رائٹر کی طرح کے ہوتے ہیں اور بعض فوٹو کاپیئر مشین کی طرح کے ہوتے ہیں اور ان کی چھپائی کی کوالٹی بھی انہی کی طرح کی ہوتی ہے۔

کمپیوٹر میں بہت سے ایسے آلات بھی استعمال ہوتے ہیں جو دوغلی پالیسی چلتے ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ ہر دو طرح کے کام کر سکتے ہیں یعنی اِن پُٹ اور آؤٹ پُٹ دونوں طرح کے افعال سرانجام دے سکتے ہیں۔ مثلاً ڈسک کو ہی لے لیں۔ بوقت ضرورت اس میں ٹائپ کیا ہوا لیٹر ریکارڈ کر کے اس کو آؤٹ پٹ کے طور پر استعمال کر لیا۔ بعد میں جب ضرورت کے وقت اس ریکارڈ کی ہوئی یا محفوظ کی ہوئی چیز کو دوبارہ کمپیوٹر میں لانا ہو تو اِن پُٹ کے طور پر استعمال کر لیا۔ اسی طرح کمپیوٹر کو فیکس مشین کے طور پر استعمال کرنے کے لئے ایک آلہ لگایا جاتا ہے جس کو Modem کہا جاتا ہے۔ اس میں ٹیلیفون لائن لگا دی جاتی ہے اور کمپیوٹر سے فیکس بھیجی بھی جا سکتی ہے اور وصول بھی کی جا سکتی ہے۔ یہی آلہ کمپیوٹر کو انٹرنیٹ سے منسلک کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور انٹرنیٹ کے ذریعے آپ ای میل بھیج سکتے ہیں اور وصول بھی کر سکتے ہیں۔

کمپیوٹر میں میموری کی کئی قسمیں مختلف کاموں کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ سب سے پہلی میموری وہ قسم ہے جس کو کمپیوٹر کو لاشعور کہا گیا ہے۔ اسے ROM کہتے ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ایسی میموری جس میں سے صرف پڑھا جا سکے۔ اس میموری میں اب کون سی ایسی چیز ہے جسے ہم صرف پڑھ سکتے ہیں؟ تو اس میں کمپیوٹر مدر بورڈ اور اس کے بنانے والے کے بارے میں معلومات موجود ہوتی ہیں۔ باقی یہ بات کہ ہم اس میں کچھ لکھ ہی نہیں سکتے غلط ہے۔ ہاں یہ بات صحیح ہے کہ ہم اپنی مرضی سے کچھ نہیں لکھ سکتے۔ مدر بورڈ پر بنی ہوئی بعض اشیاء یا آلات کے بارے میں بعض باتوں کو خود اس میں بنی ہوئی لسٹ کے مطابق کنٹرول کر سکتے ہیں۔ مثلاً پرنٹر پورٹ

جہاں پر ہم پرنٹر کو ڈیٹا بھیجنے والی تار لگاتے ہیں اس کے بارے میں کہ اس کو استعمال کرنا ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ اس کے ذریعے ڈیٹا صرف بھیجا جانا مقصود ہے یا وصول بھی کرنا چاہتے ہیں وغیرہ۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے جب ہم اس بارے میں تفصیل سے پڑھیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ کیسا وسیع مضمون ہے۔

دوسری قسم کی میموری بھی کمپیوٹر کے مدر بورڈ پر ہی موجود ہوتی ہے جس کے بارے میں ہم گزشتہ اقساط میں تفصیل سے پڑھ آئے ہیں۔ جسے **RAM** کہتے ہیں۔ تیسری قسم کی میموری کا تعلق کمپیوٹر رکھنے والے کی جیب پر منحصر ہے...... کیا نہیں سمجھے؟ یہ میموری ایسی میموری ہے جو جتنی زیادہ لگائی جائے اتنی ہی کم معلوم ہوتی ہے۔ اس قسم کی میموری والے آلات کو **Permanent Storage Devices** کہتے ہیں۔ اگر ہم کسی قسم کا ڈیٹا مستقل طور پر یا کم از کم کمپیوٹر آف کرنے کے بعد سے لے کر دوبارہ آن کرنے تک کے لئے محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو اس قسم کی میموری میں محفوظ کریں گے۔ یہ میموری ہمیں فلاپی ڈسک، ہارڈ ڈسک یا سی ڈی رومز میں ملے گی۔ اس کے بارے میں بھی ہم گزشتہ اقساط میں پڑھ چکے ہیں۔

اب تک ہم کمپیوٹر کے قریباً تمام کے تمام حصوں کی پڑتال کر چکے ہیں۔ آئندہ اقساط میں ہم آپ کو نیا کمپیوٹر خرید کر دیں گے۔ میرا مطلب ہے اگر آپ نیا کمپیوٹر خریدنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں تو آپ اس مضمون کو پڑھ کر کم از کم کمپیوٹر کے مختلف حصوں کو الگ الگ خرید کر خود ہی جوڑنا اور اس میں **Software Installation** وغیرہ کر سکیں۔ اگر نہ بھی کر سکیں تو کم از کم میری طرح...... اچھی چھوڑیں ان باتوں کو...... اب اجازت دیں۔ اللہ حافظ
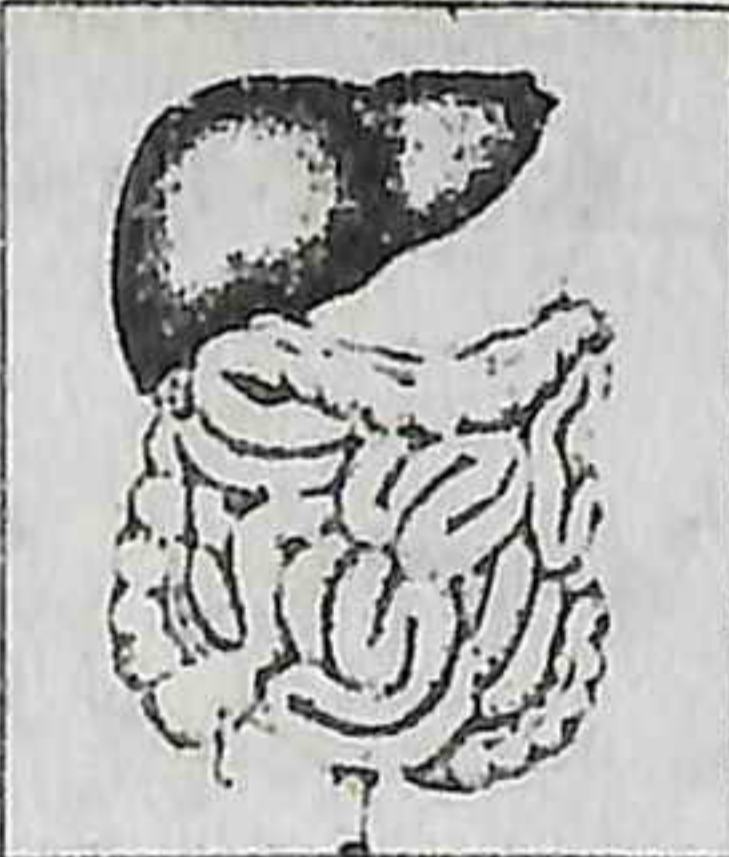
شرلک ہومز اور نپولین کے چھ مجسموں کا معمہ

سر آرتھر کونن ڈائل

(ترجمہ: راجہ عطاء المنان)

تعارف

شرلک ہومز انگریزی ادب کا سب سے زیادہ معروف افسانوی کردار ہے۔ سر آرتھر کونن ڈائل (Sir Arthur Conan Doyle-1859-1930) نے شرلک ہومز کے کردار کے گرد ایک طویل سلسلہ کہانیوں کا لکھا جن کا سحر آج تک قائم ہے۔ یہ کہانیاں نہ صرف اپنی ذات میں بہت اعلیٰ پائے کی ہیں بلکہ ان کی زبان بھی بہت عمدہ ہے جو خود انگریزی میں پڑھے جانے کے لائق ہے۔

سر آرتھر کونن ڈائل نے یہ کہانی ڈاکٹر واٹسن (Dr.Watson) کی زبانی بیان کی ہے جو شرلک ہومز کا گہرا دوست ہے، کئی مہمات میں انکا ساتھ دے چکا ہے اور فی الوقت شرلک ہومز کے مکان میں ہی قیام پذیر ہے۔

سکاٹ لینڈ یارڈ کے مسٹر لیسٹریڈ (Lestrade) کا معمول تھا کہ وہ کبھی کبھار ہمیں ملنے آتے اور شرلک ہومز اُن کے آنے سے خوش ہوتے کیونکہ اس طرح وہ پولیس ہیڈکوارٹرز کے معمولات سے آگاہ رہتے تھے۔ اور اس معلومات کے بدلہ میں مسٹر لیسٹریڈ جس کیس پر کام کر رہے ہوتے اس کے بارہ میں ہومز کے وسیع تجربہ کی بنا پر ان سے کوئی نہ کوئی مفید مشورہ بھی مانگ لیتے تھے۔

اُس روز گفتگو موسم اور اخبارات تک محدود رہی۔ اسکے بعد مسٹر لیسٹریڈ خاموش ہو گئے اور تفکرانہ انداز میں سگار سلگانے لگے۔ مسٹر ہومز انہیں بغور دیکھ رہے تھے۔

''آجکل کسی خاص کیس پر کام ہو رہا ہے؟'' ہومز نے پوچھا۔

''نہیں، کوئی خاص نہیں''۔

''بتاؤ پھر کیا پریشانی ہے''۔

مسٹر لیسٹریڈ ہنس پڑے: ''جو حکم مسٹر ہومز۔ ایک کیس نے ضرور مجھے الجھن میں ڈالا ہوا ہے لیکن یہ ایسا عجیب و غریب کیس ہے کہ میں آپ کو اس کے بارہ میں تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔ مگر دوسری طرف اسکی نوعیت بہت غیر معمولی ہے، اور آپ تو ہر غیر معمولی چیز میں خاص دلچسپی لیتے ہیں۔ پھر بھی یہ مسئلہ شاید آپ سے زیادہ ڈاکٹر واٹسن سے تعلق رکھتا ہو۔''

''کوئی بیماری ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''پاگل پن کہہ سکتے ہو۔ اور وہ بھی عجیب نوعیت کا پاگل پن۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ اس دور میں کسی شخص کو نپولین سے اسقدر نفرت ہو جائے کہ وہ ہر اُس چیز کو توڑ ڈالے جس پر اُس کی تصویر بنی ہو؟''

''یہ تو میرا معاملہ نہیں''۔ ہومز پیچھے ہو کر بیٹھ گئے۔

''میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔ مگر جب کوئی شخص اس نیت سے ڈاکے مارنے شروع کر دے کہ نپولین کی ان تصویروں کو بھی توڑ ڈالے جو دوسروں کی ملکیت ہیں تو یہ معاملہ ڈاکٹر کے ہاتھ سے نکل کر پولیس کے پاس آ جاتا ہے۔''

''ڈاکہ!'' ہومز پھر سے اُٹھ بیٹھے۔ ''یہ زیادہ مزے کی بات ہے۔ تفصیلات کیا ہیں اس کیس کی؟''

''پہلا کیس ہمارے علم میں چار روز قبل لایا گیا تھا۔ کنگسٹن روڈ (Kingston Road) پر مسٹر ہڈسن (Mr.Hudson) کی دُکان ہے جس میں انہوں نے تصویریں اور مجسمے رکھے ہوئے ہیں۔ اُس روز اُن کا ملازم کچھ دیر کیلئے دُکان سے باہر نکلا تو اسے دکان میں سے کسی چیز کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ اُس نے جا کر دیکھا تو نپولین کا ایک مجسمہ جو دوسرے مجسموں کے ساتھ رکھا گیا تھا زمین پر ٹوٹا پڑا تھا۔ اگرچہ کئی راہگیروں نے ایک شخص کو دکان سے بھاگتے ہوئے دیکھا مگر کوئی بھی اس کی شناخت نہ کر سکا۔ اس واقعہ کو کانسٹیبل کے علم میں لایا گیا لیکن چونکہ مجسمے کی قیمت چند شلنگو سے زیادہ نہ تھی اس لئے اس معاملہ کو خاص تحقیق کے قابل نہ سمجھا گیا۔

''دوسری واردات جو کل رات پیش آئی اس سے زیادہ سنگین اور غیر معمولی ہے۔ مسٹر ہڈسن کی دکان کے قریب ہی ڈاکٹر بارنیکوٹ (Dr. Barnicot) رہتے ہیں جو نپولین کے بڑے مداح ہیں اور اُنکا گھر نپولین سے متعلق کتابوں، تصاویر اور نوادرات سے بھرا پڑا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے مسٹر ہڈسن سے نپولین کے دو مجسمے خریدے جن میں سے ایک انہوں نے اپنے گھر میں اور دوسرا کلینک میں رکھا۔ گذشتہ شب جب

ڈاکٹر صاحب اپنے گھر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھر پڑا کہ پڑا ہے مگر سوائے نپولین کے اُس مجسمے کے کوئی چیز بھی اُٹھائی نہیں گئی۔ اور اُس مجسمے کے ٹکڑے باہر دیوار کے پاس بکھرے پڑے تھے۔"

"یہ واقعی بہت دلچسپ معاملہ ہے"، ہومز نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین تھا کہ آپ اس میں دلچسپی لیں گے، لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوئی۔ آج صبح جب ڈاکٹر صاحب اپنی کلینک پہنچے تو یہ دیکھ کر اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ رات کلینک کی کھڑکی توڑی گئی تھی اور دوسرے مجسمے کا بھی ذرہ ذرہ کلینک میں بکھرا پڑا تھا۔ دونوں وارداتوں میں اس پاگل کے متعلق کوئی شواہد نہیں مل سکے۔ اب سارا معاملہ آپکے سامنے ہے"۔

"یہ واقعی بہت عجیب اور بے تکی سی وارداتیں ہیں۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آیا یہ مجسمہ اسی طرح کا تھا جیسا مسٹر ہڈسن کی دُکان میں توڑا گیا تھا؟"

"جی ہاں، یہ سب ایک ہی سانچے میں بنے ہیں"۔

"یوں تو شاید یہ نظریہ درست نہ ہو کہ یہ مجرم محض نپولین سے بغض کے نتیجہ میں یہ سب کچھ کر رہا ہے۔"

"اِس قسم کے معاملات میں امکان کی کوئی حد نہیں"، میں نے کہا۔ "ایک ایسا شخص جس نے نپولین کے بارہ میں گہرا مطالعہ کیا ہو یا پھر نپولین کی جنگوں میں اُس کے خاندان کو کوئی گہرا نقصان پہنچا ہو تو وہ اس طرح کے غیر معمولی جنون کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔"

"یہ نہیں چلے گا، مسٹر واٹسن"، ہومز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ وہ جیسا بھی جنونی ہو محض اپنے جنون سے یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ یہ خاص قسم کے مجسمے کہاں کہاں ہیں۔"

"پھر آپ اس مسئلہ کو کس طرح حل کرینگے"۔

"فی الحال میں اس کو حل ہی نہیں کرونگا۔ میں صرف یہ دیکھوں گا کہ اس آدمی کی بظاہر جنونی وارداتوں کے پیچھے ایک منظم ذہن کام کر رہا ہے۔ مثلاً مسٹر بارنیکوٹ کے گھر جہاں گھر والوں کے جاگ جانے کا خطرہ تھا مجسمے کو باہر لا کر توڑا گیا جبکہ کلینک میں ایسا خطرہ نہیں تھا اس لئے مجسمے کو وہیں توڑا گیا جہاں وہ تھا۔ یہ ایک بہت حقیر سا کیس لگتا ہے لیکن جب میں اپنے پرانے کیسوں کو یاد کرتا ہوں تو ان میں سے اکثر شروع میں ایسے ہی دکھائی دیتے تھے۔ فی الحال، مسٹر لیسٹریڈ، میں آپ کے تین ٹوٹے ہوئے مجسموں کا سوچ کر مسکرا ہی سکتا ہوں۔ اگر کوئی نئی خبر ملے تو مجھے ضرور بتائیے گا۔"

جس نئی خبر کا میرے دوست نے کہا تھا وہ ہماری سوچ سے کہیں زیادہ جلد اور حادثاتی رنگ میں سامنے آئی۔ اگلی صبح ابھی میں کپڑے بدل ہی رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی اور ہومز داخل ہوئے۔ اُنکے ہاتھ میں ایک ٹیلیگرام تھی جو انہوں نے پڑھ کر مجھے سنائی۔

"فوراً پہنچو۔ ۱۳۱ پٹ سٹریٹ، کینگٹن (Kenington) (لیسٹریڈ)"

آدھ گھنٹے بعد ہم پٹ سٹریٹ پہنچ گئے۔ لیسٹریڈ نے فکرمندی کے ساتھ ہمارا استقبال کیا اور ہمیں سٹنگ روم میں لے گیا جہاں ایک پراگندہ اور پریشان حال بوڑھا ادھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ وہ مسٹر ہارکر (Mr.Harker) اُس گھر کے مالک اور اخبار نویس تھے۔

"اس بار کیا ہوا ہے؟" ہومز نے لیسٹریڈ کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"قتل۔" لیسٹریڈ نے کہا۔ "مسٹر ہارکر کیا آپ انہیں بتائیں گے کہ اصل واقعہ کیا ہوا ہے؟"

مسٹر ہارکر متفکر چہرے کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ "کیسی عجیب بات ہے کہ میں نے ساری عمر دوسروں کی خبریں اکٹھی کرنے میں گزاری ہے اور اب جبکہ ایک سچی خبر خود میرے پاس آئی ہے تو مجھے سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ میں اسے بیان کیسے کروں؟ سارا معاملہ اس مجسمے کے گرد گھومتا ہے جو میں نے چار ماہ قبل ہارڈنگ برادرز (Harding Brothers) سے خریدا تھا۔ میرا اخبار نویسی کا زیادہ تر کام رات کو ہوتا ہے اور میں صبح تک لکھتا رہتا ہوں۔ آج صبح بھی میں اسی طرح کام کر رہا تھا کہ تین بجے کے قریب مجھے ایک خوفناک چیخ سنائی دی۔ جب میں نیچے آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کھڑکی کھلی ہے اور مجسمہ غائب۔ میں دروازہ کھول کر باہر نکلا تو ایک لاش سے ٹھوکر کھا کر بمشکل گرتے گرتے بچا۔ میں واپس بھاگا اور روشنی لے کر آیا تو دیکھا کہ اس آدمی کی گردن میں ایک بہت بڑا زخم تھا اور ساری جگہ خون سے بھری ہوئی تھی۔ وہ اتنا خوفناک منظر تھا کہ یقیناً خوابوں میں بھی میرا پیچھا کرے گا۔"

"یہ قتل ہونے والا شخص کون تھا؟" ہومز نے پوچھا۔

"اس کے بارہ میں معلوم نہیں ہو سکا"، لیسٹریڈ نے جواب دیا۔ "مگر اسکا قد لمبا ہے، جسم مضبوط ہے اور عمر تیس سال سے زیادہ نہیں۔ کپڑے اگرچہ بوسیدہ ہیں لیکن وہ کوئی مزدور نہیں لگتا۔ ایک خنجر اُسکے پاس پڑا تھا جو نہ جانے اُس کا تھا یا جس سے وہ قتل کیا گیا تھا۔ اُس کے پاس سوائے ایک سیب، ایک چھوٹی سی رسی، لندن کے ایک شلنگ والے نقشے، اور ایک تصویر کے کچھ نہ تھا۔ یہ رہی وہ تصویر"۔

تصویر ایک تیکھے نقوش والے شخص کی تھی جسکی لمبی لمبی مونچھیں تھیں اور منہ کا نچلا حصہ بہت بڑھا ہوا تھا۔

"مجسمے کا کیا بنا؟" ہومز نے تصویر کو بغور دیکھنے کے بعد دریافت کیا۔

"وہ قریب ہی ایک گھر میں ٹوٹا پڑا ملا ہے۔ میں ابھی وہیں جا رہا ہوں، آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔"

ہم مسٹر ہارکر کو اپنے اخبار کیلئے خبر لکھتے ہوئے چھوڑ کر اس جگہ پہنچے جہاں مجسمہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا پڑا تھا۔ ہومز نے کئی ٹکڑوں کو باری باری اٹھایا اور اُن کا بغور معائنہ کیا۔ انکے چہرے پر خاص توجہ کے آثار دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ انہیں کوئی نہ کوئی سراغ ضرور مل گیا ہے۔

"کیا بنا؟" لیسٹریڈ نے پوچھا۔

"ابھی ہمیں کافی کام کرنا ہے اور بعض عملی مفروضوں کی پیروی کرنی ہے۔ ایک تو یہ کہ اس مجسمے کو حاصل کرنا اس عجیب مجرم کیلئے انسانی جان سے بھی زیادہ قیمتی کیوں تھا۔ دوسرے یہ کہ مجسمہ کو اُس گھر میں یا گھر کے باہر توڑنے کی بجائے اِس جگہ پر آ کر کیوں توڑا گیا۔"

"شاید وہ اُس دوسرے شخص کو ملنے کی وجہ سے بوکھلا گیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر تم غور کرو تو اِس مکان کے محل وقوع میں ایک خاص بات ہے۔"

"شاید اس لئے کہ یہ مکان خالی ہے اور یہاں وہ اطمینان سے اپنا کام کر سکتا تھا۔" لیسٹریڈ نے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا۔

"خالی مکان تو اس سے پہلے بھی گذرا ہے۔ پھر وہ یہاں کیوں آیا جبکہ ہر قدم پر اُسکے لئے خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔"

"میں ہار مانتا ہوں، مسٹر ہومز" لیسٹریڈ نے کہا۔

ہومز نے اوپر ایک سٹریٹ لیمپ کی طرف اشارہ کیا۔ "یہاں وہ دیکھ سکتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔"

"یہ تو بالکل درست ہے" سکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں نے کہا۔ "اب مجھے یاد آیا کہ ڈاکٹر بارنیکوٹ کا مجسمہ بھی ایک لیمپ کے نیچے ہی توڑا گیا تھا۔ مگر، مسٹر ہومز، اس بات کا ہمیں کیا فائدہ؟"۔

"اس کو یاد رکھو اور محفوظ کر لو! ہو سکتا ہے بعد میں کوئی ایسی بات پتہ چلے جو اس پر روشنی ڈالتی ہو۔ مگر لیسٹریڈ تم اب کیا کرنے کی سوچ رہے ہو؟"

"میرے خیال میں اب ہمیں مقتول کی شناخت کرنی چاہئے۔ جب ہم اسکے اور اسکے ساتھیوں کے متعلق جان لیں گے تو یہ بھی جان لیں گے کہ وہ رات گئے پٹ سٹریٹ میں کیا کر رہا تھا۔ اور وہ کون شخص تھا جس نے اُسے مسٹر ہارکر کے دروازے کے پاس قتل کر دیا۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"تمہاری جگہ میں شاید ایسا نہ کرتا۔ لیکن مجھے تم پر اثر انداز نہیں ہونا چاہئے۔ تم اپنا راستہ اختیار کرو اور میں اپنا۔ آخر میں ہم مل کر کوئی نتیجہ نکال لیں گے۔ فی الحال اگر تم مسٹر ہارکر کی طرف جا رہے ہو تو انہیں کہہ دینا کہ مجھے یقین ہے کہ یہ کام ایک جنونی کا ہے جو نپولین کے متعلق وحشیانہ خیالات رکھتا ہے اور یہ کوئی سوچی سمجھی واردات نہیں۔ شاید انکو اپنا آرٹیکل لکھنے میں کچھ مدد مل جائے"۔

"کیا آپ واقعی ایسا سمجھتے ہیں؟" لیسٹریڈ نے حیرانی سے پوچھا۔

"شاید نہیں۔ لیکن یہ بات مسٹر ہارکر اور انکے قارئین کیلئے کافی دلچسپی کا باعث بنے گی۔ اور ہاں اگر تم آج شام چھ بجے بیکر سٹریٹ (Baker Street) آ سکو تو بہت بہتر ہوگا۔ اور یہ تصویر جو مقتول کی جیب سے نکلی تھی مجھے دے دو۔ میرے ذہن میں جو نظریہ ہے اگر وہ درست ثابت ہوا تو شاید آج رات ایک مہم کیلئے مجھے تمہاری مدد درکار ہو۔ تب تک خدا حافظ اور گڈ لک۔"

ایک گھنٹے بعد ہم مسٹر ہڈسن کی دکان پر تھے۔ مسٹر ہڈسن چھوٹے قد اور غصیلے مزاج کے آدمی تھے۔

"یہ مجسمے میں نے کہاں سے لئے؟ اس کا اس واردات سے بھلا کیا تعلق؟ بہر حال آپ جاننا ہی چاہتے ہیں تو میں نے انہیں سٹیپنی (Stipney) کے گلڈر (Gilder) اینڈ کمپنی سے خریدا تھا۔ کتنے مجسمے تھے میرے پاس؟ تین۔ دو مسٹر بارنیکوٹ نے لئے اور ایک میری اپنی دُکان میں توڑا گیا۔ کیا میں اِس تصویر کو پہچانتا ہوں؟ نہیں۔ بلکہ ہاں۔ یہ تو بیپو (Bipo) ہے، ایک اطالوی کاریگر جو میری دُکان میں مختلف نوعیت کے کام کرتا تھا۔ پچھلے ہفتے وہ میرا کام چھوڑ گیا تھا اور میں کچھ نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آیا اور کدھر چلا گیا۔ ویسے اس نے مجھے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ مجسمہ توڑے جانے سے دو دن قبل وہ جا چکا تھا۔"

"خیر، ہڈسن کی طرف سے ہم اس سے زیادہ امید نہیں رکھ سکتے تھے،" ہومز نے دکان سے نکلتے ہوئے کہا۔ "ہم اب جانتے ہیں کہ بیپو کا عمل دخل کننگٹن میں بھی ہے، اس لئے ہمارا دس میل کا سفر رائگاں نہیں گیا۔ اب ہم سٹیپنی کے گلڈر اینڈ کمپنی کے پاس چلتے ہیں جہاں سے یہ مجسمے آئے تھے۔"

جب ہم مجسمہ ساز کمپنی میں پہنچے تو اسکے مینجر نے جو ایک سنہری بالوں والا جرمن تھا خوش مزاجی سے ہمارا استقبال کیا اور ہومز کے سوالوں کے

واضح جواب دیئے۔ اس کی ریکارڈ بک سے معلوم ہوا کہ اُس قسم کے سینکڑوں مجسمے تیار کئے گئے تھے لیکن جو تین مجسمے قریباً ایک سال قبل ہڈسن کو بھیجے گئے تھے وہ چھ مجسموں کے بیچ کا حصہ تھے جن میں سے باقی تین ہارڈنگ برادرز کو بھیجے گئے تھے۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ چھ مجسمے دوسروں سے کسی طرح بھی مختلف ہوں۔ اس جرمن کی سمجھ سے باہر تھا کہ کوئی ان مجسموں کو توڑ کر کیا حاصل کرنا چاہتا ہے، بلکہ اسے یہ بات مضحکہ خیز لگ رہی تھی۔ اس نے بتایا کہ مجسمے دو الگ الگ سانچوں میں تیار کئے جاتے تھے جنہیں بعد ازاں جوڑ کر مکمل کیا جاتا تھا۔ یہ کام اکثر اطالوی باشندے کرتے تھے۔ جب مجسمے مکمل ہو جاتے تو انہیں ایک میز پر سوکھنے کیلئے رکھ دیا جاتا اور بعد میں سٹور کر دیا جاتا تھا۔ بس یہی کچھ وہ ہمیں بتا سکا۔ جب اُس کے سامنے وہ تصویر رکھی گئی تو اُسکا چہرہ غصہ سے بھر آیا۔ "یہ بدمعاش! میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہمارا معزز پیشہ ہے اور یہاں پولیس کا صرف ایک مرتبہ دخل ہوا اور وہ اس شخص کی وجہ سے تھا۔ اس نے ایک اور اطالوی کو خنجر مارا اور پولیس اس کے پیچھے پیچھے یہاں تک پہنچ گئی اور اسے گرفتار کر لیا۔ اسکا نام بیپو ہے، اسکا دوسرا نام مجھے نہیں آتا۔ اس منحوس شخص کو ملازم رکھنے کا نتیجہ میں بھگت چکا ہوں۔ مگر کاریگر کمال کا تھا، اس میں کوئی شک نہیں۔"

"کتنی سزا ملی تھی اس کو؟" ہومز نے پوچھا۔

"آدمی بچ گیا تھا، اس لئے اسکو صرف ایک سال سزا ہوئی۔ یقیناً وہ رہا ہو چکا ہوگا لیکن یہاں پر اس نے اپنی شکل نہیں دکھائی۔ اسکے کئی کزن یہاں پر کام کرتے ہیں اُن سے پوچھا جا سکتا ہے۔"

"نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔" ہومز نے کہا۔ "کسی کو اس بات کی کانوں کان خبر نہ ہو، یہ بہت حساس معاملہ ہے۔ تمہارے رجسٹر کے مطابق وہ مجسمے گذشتہ سال ۳ جون کو فروخت کئے گئے تھے۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ بیپو کو گرفتار کب کیا گیا؟"

"میں دیکھ کر بتاتا ہوں۔۔ جی۔ اس کو آخری تنخواہ ۲۰ مئی کو دی گئی تھی۔"

ہومز نے اسکا شکریہ ادا کیا ہم وہاں سے نکل آئے۔

اس وقت تک کافی دوپہر ہو چکی تھی چنانچہ ہم کھانا کھانے ایک ریسٹورنٹ میں چلے گئے جہاں پر ہومز اخبار دیکھنے لگے۔ قتل کے متعلق مسٹر ہارس ہارکر کا مضمون چھپ چکا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ مسٹر لیسٹریڈ اور شرلک ہومز اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ یہ کام ایک جنونی کا ہے اور یہ کوئی سوچی سمجھی واردات نہیں۔

"یہ اخبار بھی بہت کام کی چیز ہیں" ہومز نے محظوظ ہو کر کہا "بشرطیکہ انکو استعمال کرنا آتا ہو۔"

کھانے کے بعد ہم ہارڈنگ برادرز کی طرف گئے۔ اسکے مالک سے ہم نے ان لوگوں کے نام اور پتے معلوم کئے جنہوں نے باقی ماندہ مجسمے خریدے تھے۔ تصویر دیکھنے پر اُس نے کہا: "اس شخص کو میں نے کبھی نہیں دیکھا، اگر دیکھا ہوتا تو ایسی منحوس شکل کو کبھی بھول نہیں سکتا تھا۔ جی ہاں۔ ہمارے پاس کئی اطالوی کام کرتے ہیں اور انکو معلوم ہوتا ہے کہ کونسی چیز کس نے خریدی، ویسے بھی اس میں ایسی کوئی چھپانے والی بات نہیں۔"

اس دوران ہومز اپنی ڈائری میں کچھ نوٹس لکھ رہے تھے اور وہ صورتحال سے مطمئن نظر آ رہے تھے۔ مگر باہر آ کر انہوں نے سوائے اسکے کوئی تبصرہ نہ کیا کہ ہم نے جلدی نہ کی تو ہم لیسٹریڈ سے ملاقات کیلئے لیٹ ہو جائینگے۔ ہم بیکر سٹریٹ پہنچے تو لسٹریڈ جس بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا دن بھی بیکار نہیں گذرا۔

"ہاں تو مسٹر ہومز، کچھ بات بنی"۔

"ہمارا دن کافی مصروف گذرا اور ہم جان چکے ہیں کہ مجسمے کہاں سے آئے تھے" ہومز نے کہا۔

"مجسمے؟ خیر آپکا اپنا طریق ہے اور میں اسکے خلاف کچھ نہیں کہتا۔ لیکن شاید میرا دن آپ سے زیادہ کامیاب گذرا ہے۔ میں نے مقتول کی شناخت کر لی ہے۔"

"کیا واقعی!" ہومز نے حیرت سے پوچھا۔

"اور مجھے قتل کی وجہ بھی معلوم ہو گئی ہے"۔

"واہ! بہت خوب"۔

"ہمارا ایک انسپکٹر ہے جو اطالوی علاقہ کو خوب جانتا ہے۔ اُس نے مقتول کو فوراً پہچان لیا۔ مقتول کا نام پیٹرو وینوسی (Petro Venusi) تھا اور وہ نیپلز (Naples) کا رہنے والا تھا۔ اُس کا شمار لندن کے خطرناک قاتلوں میں ہوتا تھا اور وہ مافیا سے تعلق رکھتا تھا۔ اب سارا معاملہ واضح ہے۔ وہ دوسرا شخص بھی غالباً اطالوی ہوگا اور مافیا کا ممبر ہوگا جس نے مافیا کی کوئی خلاف ورزی کی ہوگی۔ پیٹرو کو اسے قتل کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوگا اور اس نے اس شخص کی تصویر بھی جیب میں رکھی ہوگی تاکہ اُس کا چہرہ بھول نہ جائے۔ مگر قتل کرنے کی کوشش میں وہ خود قتل ہو گیا۔ کیوں مسٹر ہومز؟"

"بہت خوب مسٹر لیسٹریڈ، بہت خوب"۔ ہومز کافی متاثر لگ رہے تھے۔ "لیکن مجسموں کو توڑنے کی وجہ جو آپ نے بتائی ہے وہ میں کچھ سمجھ

نہیں سکا"۔

"مجسمے؟ وہ مجسمے آپ کو لے بیٹھیں گے مسٹر ہومز! وہ تو کچھ بھی نہیں، معمولی چوری ہے جس کی زیادہ سے زیادہ سزا چھ ماہ ہے۔ ہمیں تو قتل کا سراغ لگانا ہے، اور اب اس کیس کے سرے میرے ہاتھ میں آ رہے ہیں"۔

"اگلا قدم کیا ہوگا؟"

"بہت آسان۔ میں اطالوی علاقے میں جاؤنگا اور جس شخص کی تصویر ہے اُسکو گرفتار کرلونگا۔ کیا آپ میرے ساتھ جانا پسند کرینگے؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم اپنا مقصد اس سے بھی آسان طریق سے حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کا انحصار ایک ایسی بات پر ہے جو ہمارے اختیار میں نہیں۔ پھر بھی مجھے بہت امید ہے کے اگر آج رات تم ہمارے ساتھ چلو تو تم آسانی کے ساتھ اُسکو اپنے شکنجے میں لے سکتے ہو۔"

"اطالوی علاقے ہی جانا ہے نا؟"

"نہیں۔ چسِ وک (Chiswick) میں اس کو ملنے کا زیادہ امکان ہے۔ میرا تم سے وعدہ رہا کہ اگر آج رات تم ہمارے ساتھ چلو تو کل صبح میں تمہارے ساتھ اطالوی علاقہ ضرور چلونگا، اور اتنی سی تاخیر سے کوئی فرق بھی نہیں پڑے گا۔ اب ہم تھوڑی دیر سو لیں تو بہتر ہوگا کیونکہ رات گیارہ بجے ہمیں نکلنا ہے اور بمشکل صبح تک ہماری واپسی ہوگی۔ واٹسن، تم کسی پیغام رساں کو بلوادو مجھے فوری طور پر ایک چٹھی بھجوانی ہے۔"

وہ شام ہومز نے اپنے اُس کمرے میں گزاری جہاں پرانے اخباروں کی بے شمار فائلیں پڑی ہوئی تھیں۔ جب وہ وہاں سے نکلے تو اُن کی آنکھ میں ایک فاتحانہ چمک تھی، لیکن انہوں نے ہم سے کوئی بات نہ کی۔ میں ابھی تک ہومز کے ارادوں کو پوری طرح تو سمجھ نہیں پایا تھا، مگر میں اتنا سمجھ گیا تھا کہ ہومز اس امید میں ہے کہ مجرم باقی ماندہ دو مجسموں کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جن میں سے ایک چسِوک میں تھا۔ ہومز وہاں جا کر اُس کو رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے ہومز کی اُس چال پر رشک آرہا تھا کہ انہوں نے مجرم کو اخبار کے ذریعہ یہ تاثر دیا تھا کہ اس پر شک نہیں کیا جارہا اور وہ پہلے کی طرح اپنے ارادوں کو آگے بڑھا سکتا ہے۔ اور میں زیادہ حیران نہیں ہوا جب ہومز نے ایک ریوالور اپنے پاس رکھ لیا اور مجھے بھی ایسا ہی کرنے کو کہا۔

ایک چار پہیوں والی بگھی گیارہ بجے دروازہ پر آ گئی اور اس پر سوار ہو کر ہم چسِ وک میں ایک مکان کے پاس پہنچے۔ باہر سے معلوم ہوتا تھا کہ گھر والے سو چکے ہیں۔ ہم تینوں چپکے سے مکان کی باڑ کے پاس جا کر گھاس میں لیٹ گئے۔

"مجھے ڈر ہے کہ ہمیں کافی دیر انتظار کرنا ہوگا" ہومز نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن امید ہے کہ ہمیں اس انتظار کا کافی صلہ ملے گا۔"

تاہم ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اچانک باغ کا دروازہ کھلا اور ایک چھوٹے قد کا مگر انتہائی پھرتیلا اور چست آدمی جلدی سے اندر داخل ہوا اور گھر کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر ہمیں کھڑکی کھولنے کی آواز آئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک کمرے میں روشنی دکھائی دی۔ پھر وہ روشنی غائب ہوگئی اور دوسرے کمرے میں نمودار ہوئی، معلوم ہوتا تھا کہ وہ شخص اپنی مطلوبہ چیز کو تلاش کر رہا ہے۔ پھر اندھیرا ہوگیا اور تھوڑی دیر بعد کھڑکی سے اُس کے نکلنے کی آواز سنائی دی۔ جب وہ باہر لیمپ کے پاس پہنچا تو ہم نے دیکھا کہ اُسکی بغل میں ایک سفید سی چیز ہے، جس کو اُس نے زور سے مارا اور وہ ٹوٹ گئی۔ پھر وہ غور سے اُسکے ٹکڑوں کو اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا۔ وہ اپنے کام میں اتنا مشغول تھا کہ اُسے ہمارے قریب آنے کا علم ہی نہ ہوا۔ ہومز چیتے کی طرح لپکے اور ایک لمحے میں اس کو دبوچ لیا۔ میں نے اور لیسٹریڈ نے جلدی سے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے ہتھکڑی پہنادی۔ جب اُس نے سر اُٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ یہ وہی آدمی تھا جو ہم نے تصویر میں دیکھا تھا۔

مگر ہومز کی توجہ ہمارے قیدی کی طرف نہیں بلکہ مجسمہ کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کی طرف تھی جنکو وہ باری باری اُٹھا کر ٹٹول رہے تھے۔ ابھی یہ معائنہ مکمل ہوا ہی تھا کہ گھر کی بتیاں جل پڑیں اور گھر کا مالک باہر نکل آیا۔

"آپ یقیناً مسٹر ہومز ہیں۔ مجھے آپ کی چٹھی مل گئی تھی اور میں نے اُس کے مطابق گھر کے سارے دروازے اندر سے بند کردیئے اور انتظار کر رہا تھا کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ شکر ہے کہ آپ نے اس بدمعاش کو پکڑ لیا۔ اب آپ سب اندر آیئے تاکہ آپ کی کچھ خدمت ہو سکے۔"

مگر ہومز اپنے قیدی کو جلد از جلد محفوظ جگہ پر پہنچانا چاہتے تھے اسلئے ہم نے اُس سے معذرت کی اور جلدی سے ایک کیب کروا کر لندن کی طرف روانہ ہوگئے۔ پولیس سٹیشن میں اس شخص سے سوائے چند ایک شلنگو کے اور ایک چھری کے جس پر خون کے دھبے تھے اور کچھ برآمد نہ ہوا۔

"ہمارے لوگ جلد ہی اس کی شناخت کرلیں گے" لیسٹریڈ نے کہا۔ "آپ دیکھیں گے مسٹر ہومز کہ میرا مافیا والا نظریہ درست ثابت ہوگا۔ لیکن میں آپکا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے کمال مہارت سے اس مجرم کو گرفتار کروایا، اگرچہ میں پوری طرح سمجھ نہیں سکا کہ آپ نے یہ کس طرح

کیا ہے۔"

"اسوقت تفصیل بیان کرنے کا وقت نہیں کیونکہ یہ ایسا کیس ہے جو آخر تک پیروی کیے جانے کا حقدار ہے، اور اسکی چند تفصیلات ابھی باقی ہیں۔ لیکن اگر آپ کل چھ بجے میرے پاس آسکیں تو میں آپکو بتاؤں گا کہ ابھی آپ اس کیس کو سمجھ ہی نہیں سکے کیونکہ جرم کی تاریخ میں یہ ایک منفرد اور انوکھا کیس ہے۔"

اگلے روز جب لیسٹریڈ آیا تو اُس نے بتایا کہ مجرم کا نام بیپو ہے۔ وہ اطالوی ہے اور اطالوی حلقوں میں اسکے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ کبھی کوئی اچھا کام نہیں کرسکتا۔ اگرچہ ایک وقت تھا جب وہ ایک دیانتدار مجسمہ ساز تھا لیکن اسکے بعد وہ کئی مرتبہ جیل جا چکا ہے۔ اُسکے مجسمے توڑنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔ اگرچہ ہوسکتا ہے کہ وہ مجسمے اُس نے خود ہی تیار کئے ہوں کیونکہ وہ گلڈر اینڈ کمپنی میں یہی کام کرتا تھا۔ ہومز ان ساری باتوں کو سن رہے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ انکا دماغ کہیں اور ہے اور وہ کسی چیز کیلئے بے چین اور منتظر ہیں۔ آخرکار وہ کرسی پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور انکی آنکھوں میں چمک سی آگئی۔ باہر گھنٹی بجی تھی۔ تھوڑی دیر میں سیڑھیوں پر قدموں کی آواز سنائی دی اور ایک ادھیڑ عمر شخص جسکی مونچھیں بہت گھنی تھیں داخل ہوا۔ اسکے ہاتھ میں ایک پرانا سا تھیلا تھا جو اس نے میز پر رکھ دیا۔

"آپ مسٹر سینڈیفورڈ (Sandiford) ہی ہیں نا؟" ہومز نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ مجھے آپ کا خط ملا تھا جس میں لکھا تھا کہ میرے پاس جو نپولین کا مجسمہ ہے اگر وہ میں آپ کو دے دوں تو آپ مجھے اس کے بدلہ دس پاؤنڈ دینگے۔ کیا یہ بات درست ہے"۔

"بالکل درست"۔

"آپ کے خط نے مجھے بہت متاثر کیا۔ بھلا آپ کو کیسے علم ہوا کہ میرے پاس یہ مجسمہ ہے؟"

"یقیناً آپ حیران ہوئے ہونگے۔ مگر بات آسان سی ہے۔ مسٹر ہارڈنگ نے مجھے بتایا کہ آخری مجسمہ انہوں نے آپ کو ہی بیچا تھا۔"

"مسٹر ہومز میں امیر آدمی تو نہیں مگر دیانتدار ضرور ہوں اسلئے آپ سے دس پاؤنڈ لینے سے پہلے میں آپکو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ مجسمہ میں نے صرف پندرہ شلنگ میں خریدا تھا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں مسٹر سینڈیفورڈ۔ میں نے خود اس کی قیمت لگائی تھی اور میں اسپر قائم ہوں۔"

مسٹر سینڈیفورڈ نے تھیلا کھولا اور اس میں سے اس مجسمے کا صحیح سلامت نمونہ نکال کر میز پر رکھ دیا جس کے ٹوٹے ہوئے ساتھی ہم ایک سے زائد مرتبہ دیکھ چکے تھے۔

"اب کیا آپ اِس کاغذ پر دستخط کر دینگے؟" ہومز نے ایک کاغذ بڑھاتے ہوئے کہا، "اس میں صرف اتنا لکھا ہے کہ اس مجسمے سے متعلقہ تمام حقوق آپ میرے حوالے کر رہے ہیں۔ دراصل میں ایک محتاط آدمی ہوں، اور کل کو نہ جانے کیا ہو۔ شکریہ مسٹر سینڈیفورڈ۔ اور یہ رہے آپ کے پیسے۔ خدا حافظ، شب بخیر"۔

اسکے بعد ہومز نے ایک سفید کپڑا نکال کر میز پر بچھایا اور مجسمے کو اس کے درمیان میں رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے چھڑی اٹھائی اور مجسمے کے سر پر دے ماری۔ مجسمہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا، اور ہومز جلدی جلدی ان ٹکڑوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ پھر ہومز نے خوشی سے نعرہ مارا اور ایک ٹکڑا اٹھا کر ہوا میں لہرایا جس کے اندر ایک گول اور سیاہ چیز جڑی ہوئی تھی۔

جناب! میں آپ کا تعارف کرواتا ہوں بورگیاز (Borgias) کے مشہور کالے ہیرے سے۔"

لیسٹریڈ اور میں ایک لمحے کیلئے خاموش بیٹھے رہے پھر ہم بے ساختہ تالیاں بجانے لگے جیسا کہ کسی ڈرامے کے سنسنی خیز اختتام پر بجائی جاتی ہیں۔ ہومز کے چہرے پر سُرخی آگئی اور وہ اس انداز سے جھکے جیسے ایک ماسٹر ڈرامہ نگار اپنے تماشائیوں کی داد قبول کر رہا ہوتا ہے۔ یہ اُن لمحوں میں سے ایک تھا جب ہومز محض ایک سوچنے والی مشین نہیں تھے بلکہ بے ساختہ اس انسانی جذبہ کا بھی اظہار کر رہے تھے جو ایک دوست کی بے ساختہ تعریف کو پسند کرتا ہے۔

"جی ہاں جناب یہ اسوقت دنیا کا قیمتی ترین ہیرا ہے اور میری خوش قسمتی ہے کہ میں نے منظم سوچ کے ذریعہ اس کا کھوج کولونا کے شہزادے (Prince of Collona) کے بیڈروم سے جہاں سے یہ گما تھا، نپولین کے اس مجسمے تک لگایا ہے۔ لیسٹریڈ تم کو یاد ہوگا کہ اس ہیرے کی گمشدگی پر کس قدر شور مچا تھا اور پولیس اس کو تلاش کرنے میں ناکام رہی تھی۔ مجھ سے بھی رابطہ کیا گیا تھا مگر میں بھی اس پر کوئی روشنی نہ ڈال سکا۔ اُسوقت شہزادے کی ایک خادمہ پر شک کیا گیا تھا جو کہ اطالوی تھی اور یہ بھی ثابت ہوا تھا کہ اسکا ایک بھائی لندن میں رہتا ہے مگر یہ ثابت نہیں ہو سکا تھا کہ ان کا آپس میں کوئی رابطہ ہے۔ اُس خادمہ کا نام لکریشیا وینوسی (Lucricia Venusi) تھا اور مجھے یقین ہے کہ یہ پیٹرو

وینوسی جو قتل ہوا تھا اُسی کا بھائی تھا۔ میں نے پرانے اخباروں کو نکال کر دیکھا ہے۔ ہیرا اُس واقعہ سے دو دن قبل چوری ہوا تھا جس میں بیپو کو کسی جرم کی وجہ سے گلڈر اینڈ کمپنی سے گرفتار کیا گیا تھا اور وہاں اُسوقت یہ مجسمے بنائے جارہے تھے۔ ہوا یوں کہ اسوقت ہیرا بیپو کے پاس تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اُس نے اسے چُرایا ہو، یا شاید وہ پیٹرو کا ساتھی ہو یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ پیٹرو اور اسکی بہن کے درمیان رابطے کا کام دے رہا ہو۔ بہرحال جس وقت وہ فیکٹری میں بھاگ کر آیا اسوقت ہیرا اس کے پاس تھا اور چونکہ پولیس اُسکے پیچھے لگی ہوئی تھی اس لئے وہ اس کو جلدی سے کہیں چھپانا چاہتا تھا۔ میز پر چھ مجسمے سوکھنے کیلئے رکھے گئے تھے۔ ایک مجسمہ ابھی گیلا تھا۔ بیپو نے جلدی سے اس میں سوراخ کیا اور ہیرے کو اس میں ڈال کر چھپا دیا۔ اور چونکہ وہ اچھا کاریگر تھا اس لئے اس نے یہ کام اس صفائی سے کیا کہ کسی کو پتہ بھی نہ چل سکا۔ اب ہیرا تو محفوظ ہو گیا مگر ساتھ ہی بیپو کو ایک سال کی قید ہو گئی اور جب وہ جیل کاٹ کر باہر آیا تو مجسمے پورے لندن میں پھیل چکے تھے اور وہ اُن کو توڑے بغیر معلوم بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ہیرا کس مجسمے میں ہے۔ پھر بھی بیپو مایوس نہیں ہوا بلکہ کمال مستقل مزاجی اور مہارت سے اس نے ان مجسموں کی تلاش شروع کردی۔ سب سے پہلے اس نے فیکٹری میں اپنے اطالوی کزنوں کے ذریعہ معلوم کروایا کہ مجسمے کس کس دکاندار کے پاس گئے ہیں۔ پھر اس نے مسٹر ہڈسن کے پاس نوکری کرلی اور اس طرح تین مجسموں تک پہنچ گیا۔ پھر اُس نے ہارڈنگ برادرز کے باقی تین مجسموں کا سراغ لگایا جن میں سے پہلا مسٹر ہارکر کے پاس تھا۔ مگر وہاں پر اُسے اُسکا پرانا ساتھی پیٹرو مل گیا جس نے اُسپر ہیرا غائب کرنے کا الزام لگایا۔ چنانچہ ان کی لڑائی ہوگئی اور پیٹرو مارا گیا۔"

"اگر وہ پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے تھے تو پھر پیٹرو کو بیپو کی تصویر جیب میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے پوچھا۔

"اِس لئے تا کہ وہ لوگوں کو تصویر دکھا کر بیپو کو تلاش کرسکے۔ ظاہر ہے کہ یہی وجہ ہوسکتی ہے۔ اس قتل کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ بیپو پولیس کے خوف سے اپنی کارروائی کو مزید تیز کردیگا۔ اسوقت میں سمجھ گیا تھا کہ وہ مجسموں میں ضرور کسی چیز کو تلاش کررہا ہے اسی لئے تو اس نے سب مجسموں کو روشنی میں لے جا کر توڑا تھا۔ ہارکر کا مجسمہ توڑنے کے بعد دو مجسمے رہ گئے تھے اور مجھے یقین تھا کہ پہلے وہ لندن والے مجسمے کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اسی لئے میں نے اسکے مالک کو خط کے ذریعہ پہلے سے خبردار کردیا تھا تا کہ مزید خون خرابے سے بچا جاسکے۔ مقتول کا نام ایک کڑی کو دوسری سے جوڑ رہا تھا اسلئے اسوقت تک مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ چیز جس کو تلاش کیا جا رہا ہے بورجیاز کا ہیرا ہی ہے۔ اس کے بعد صرف ایک مجسمہ رہ گیا تھا اور وہ میں نے آپ سب کے سامنے اس کے مالک سے خرید لیا ہے۔"

ہم کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔

"مسٹر ہومز،" لیسٹریڈ کہنے لگا، "میں نے آپکو بہت سے کیسز پر کام کرتے دیکھا ہے لیکن شاید ہی کوئی ایسا کیس ہو جس میں آپ نے اس سے زیادہ ہنرمندی کا مظاہرہ کیا ہو۔ ہم سکاٹ لینڈ یارڈ والے آپ سے قطعاً حسد نہیں رکھتے۔ بلکہ ہمیں آپ پر فخر ہے۔ اور اگر کل آپ ہمارے پاس آئیں تو بڑے افسر سے لے کر کانسٹیبل تک ہر ایک آپ سے ہاتھ ملا کر فخر محسوس کرے گا۔"

"شکریہ" ہومز نے منہ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا "شکریہ"۔ انسانی جذبات کا ہومز پر اس سے زیادہ اثر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد وہ پھر وہی شرلک ہومز تھے۔

"واٹسن" وہ کہنے لگے، "اس ہیرے کو سیف میں رکھ دو، اور کونگلٹن کی جعل سازی والے کیس کی فائل نکال دو۔ خدا حافظ مسٹر لیسٹریڈ، اگر پھر کبھی کوئی چھوٹا موٹا مسئلہ ہو تو مجھے خوشی ہوگی اگر اس سلسلہ میں میں آپ کی کوئی مدد کرسکوں۔"

تمباکو نوشی چھوڑنے کے فوائد

سیگریٹ چھوڑنے کے

(۱)۔ 2 منٹ کے اندر اندر

☆ سگریٹ چھوڑنے کے نتیجے میں بلڈ پریشر (فشارِ خون) نارمل حالت میں آجاتا ہے۔

☆ ہاتھوں اور پیروں کا درجہ حرارت بہتر ہو جاتا ہے

(۲)۔ 8 گھنٹے کے اندر اندر

☆ کاربن ڈائی آکسائیڈ کا لیول خون میں کم ہو جاتا ہے۔

(۳) 24 گھنٹے کے اندر اندر

☆ ہارٹ اٹیک کا خطرہ خاصا کم ہو جاتا ہے۔

(٤) 2 ہفتے سے لے کر ۳ ماہ کے اندر اندر

☆ دورانِ خون بہتر ہو جاتا ہے

☆ پھیپھڑوں کے عمل میں ۳۰% اضافہ ہو جاتا ہے

(۵) 9 مہینے کے اندر اندر

☆ کھانسی، ناک کا بند ہونا، تھکاوٹ، سانس کا کم آنا، ان تمام میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

(٦) ایک سال کے اندر اندر

☆ دل کی تکالیف سگریٹ پینے والے کے مقابلے میں آدھی رہ جاتی ہیں۔

(۷) 10 سال کے اندر اندر

☆ پھیپھڑوں کے کینسر کا خطرہ سگریٹ پینے والوں کے مقابلے میں آدھا رہ جاتا ہے۔

☆ منہ، گلا، خوراک کی نالی، مثانہ، گردہ اور لبلبہ کے کینسر کا خطرہ بہت کم ہو جاتا ہے۔

(ماخذ۔ امریکن کینسر سوسائٹی)

بارے، آموں کا کچھ بیاں ہو جائے

(تحریر: مکرم فضیل احمد عیاض صاحب۔ ربوہ)

آم ایک خوش ذائقہ پھل ہے۔ پھلوں میں اسے ایک خاص مقام حاصل ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس پھل کو نہایت بھینی بھینی خوشبو اور شہد کی سی حلاوت عنایت فرمائی ہے۔ اس کا ذائقہ بھی اپنے اندر ندرت لئے ہوئے ہے۔ سائنس دان اصطلاحی زبان میں آم کو Mangifera Indica کہتے ہیں خاندانی اعتبار سے آم Anacardiacae خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

عام لوگوں کا خیال ہے کہ آم کا آبائی وطن ملایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عام مشرق بعید کے علاقوں سے ہندوستان میں لایا گیا ہو لیکن اس پھل کی سب سے زیادہ ترویج و ترقی ہندو پاک کے علاقوں میں ہوئی۔ آم برصغیر میں کئی سو سال پہلے سے کاشت ہوتا رہا ہے۔ ایک عام خیال کے مطابق Goa میں پرتگال سے آنے والے لوگوں نے اس کی پیوندکاری کی اور اس کی افزائش پیوندی طریق سے شروع ہوئی۔

غرضیکہ آم کی اعلیٰ اقسام ہندو پاک ہی میں سب سے پہلے پیدا کی گئیں اور پھر یہاں سے تمام ممالک میں پھیلیں۔ اس پھل کی کاشت ان تمام ممالک میں ہوتی ہے جو خط جدی اور خط سرطان کے درمیان واقع ہیں۔ مثلاً ملایا، فلپائن، برما، سیلون، ہندوستان، کمبوڈیا، جنوبی امریکہ، جزائر غرب الہند اور کچھ کاشت فلوریڈا میں بھی ہوتی ہے۔

اقتصادی نقطۂ نظر سے اس کو صرف ہندو پاک ہی میں اہمیت حاصل ہے جہاں یہ نہ صرف ملکی ضروریات پوری کرتا ہے بلکہ بیرونی ممالک کو بھی بھیجا جاتا ہے۔ ہندوستان کے شاہان مغلیہ آم کے دلدادہ تھے۔ اکبر بادشاہ اس کو اتنا پسند کرتا تھا کہ اس نے ایک لاکھ پودوں کا ایک باغ دربھنگہ میں لگوایا اور اس کا نام "لاکھ باغ" رکھا۔

آم گرم مرطوب استوائی خطوں کا پھل ہے وہ علاقے جہاں سارا سال بارشیں ہوتی رہتی ہیں اور رطوبت زیادہ ہوتی ہے وہاں پیداوار کم اور پھل کی خاصیت اچھی نہیں ہوتی۔ پھل کے لحاظ سے خشک گرم علاقوں میں لگائے گئے آموں کی خاصیت زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ ایسے علاقوں میں موسم گرما میں لو سے نوعمر پودوں کی شاخوں کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ آم کے لئے زیادہ سردی بھی نقصان دہ ہے۔ پھول آنے کے وقت بارش، بادل، تیز ہوا، دھند یا خراب موسم آم کی پیداوار کے لئے نقصان دہ ہے۔

آم سطح سمندر سے 670 سے 950 میٹر کی بلندی تک کاشت ہوتا ہے۔ ایسی گہری سیلابی اور زرخیز زمینیں جن میں پانی کا نکاس بہتر ہو اور زمین سے کم از کم 1.5 فٹ نیچے ریت نہ ہو آم کی کاشت کے لئے موزوں سمجھی جاتی ہے۔

جب کہ کلراٹھی اور کنکر والی زمین آم کی کاشت کے لئے موزوں نہیں ہے۔

آم ایک سدا بہار درخت ہے تخمی پودے کافی قدآور ہوتے ہیں۔ آم کا درخت عموماً 45 سے 50 فٹ تک اونچا ہوتا ہے اور مناسب حالات میں سو سال سے بھی زیادہ عمر پاتا ہے۔ پیوندی پودوں کی شکل و صورت مختلف ہوتی ہے نہری علاقے میں آم کا درخت عام طور پر خوبصورت اور گھنا ہوتا ہے جس کی شاخیں زمین کی طرف جھکی ہوتی ہیں اقسام کے لحاظ سے پتوں کا سائز بھی مختلف ہوتا ہے۔

آم کے پودے کو بور یا پھول فروری کے اواخر میں آنے شروع ہو جاتے ہیں اور پھول آنے سے تین سے چار ماہ کے اندر پھل پک جاتا ہے پاکستان میں سندھ کے علاقے میں آم مئی کے مہینے میں پکنا شروع ہو جاتا ہے۔ جبکہ پنجاب اور بہاولپور کے علاقے میں پھل جون تا ستمبر تک چلتا رہتا ہے سندھ میں پھل کی کثرت جون سے جولائی تک ہے۔

پاکستان میں اس کی کاشت کے لئے میرپور خاص، ملتان اور مظفر گڑھ کے اضلاع بہت مشہور ہیں اور آم کی پیداوار کے لحاظ سے پاکستان پوری دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے۔

آم سے کئی طرح کی مصنوعات بھی تیار کی جاتی ہیں جن میں خام پھل سے مربہ، چٹنی، اور امچور یا آم کا کھٹا پاؤڈر اور پختہ آم سے شربت اور سکوائش تیار کئے جاتے ہیں۔ پاکستان میں کئی کمپنیاں آم سے کئی قسم کی اشیاء تیار کر رہی ہیں جن میں آم کا ڈبوں اور بوتلوں میں بند جوس اور سکواشز اور جام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آم کو محفوظ کر کے بھی پھل کی شکل میں بیرون ملک بھیجا جا رہا ہے۔ آم ایک نازک مزاج پھل ہے اس کی صرف ایک قسم لنگڑا خام حالت سے پکنے تک ۴۵ درجہ فارن ہائیٹ پر چالیس دن تک محفوظ رہ سکتی ہے۔ جبکہ باقی اقسام کو محفوظ کرنا خاصا مشکل ہے۔ جلد نرم ہونے کے باعث بعض اقسام کی Waxing بھی نہیں ہو سکتی اس وجہ سے اسے بیرون ملک صرف ہوائی راستوں سے بھیجا جا سکتا ہے جس کے باعث یہ کافی مہنگا ہو جاتا ہے۔ اب ایسے طریق وضع کئے جا رہے ہیں جن سے اس کی Shelf Life میں اضافہ ہو سکے اور اس کی رسائی بیرونی منڈیوں تک با آسانی ہو سکے۔

جماعت احمدیہ نے جب ۱۹۳۰ء کی دہائی میں سندھ میں میرپور خاص کے نواح میں کنری کے قریب زمینیں خریدیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رحمہ اللہ نے یہاں اپنی ذاتی زمینوں اور تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ کی زمینوں پر آم کے باغات لگوائے چنانچہ ناصر آباد سٹیٹ، محمود آباد اور محمد آباد اور احمد آباد میں آم کے باغات موجود ہیں۔ ناصر آباد میں تو حضور نے آم کی ایک قسم "خاص الخاص" خود اپنی نگرانی میں تیار کروائی۔

آم غذائیت سے بھرپور ایک پھل ہے اس کا کیمیائی تجزیہ ہمیں بتاتا ہے کہ اس میں ہر طرح کے غذائی اجزاء وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے کیمیائی چارٹ پر نظر ڈالیں تو ہمیں مندرجہ ذیل نقشہ نظر آتا ہے۔

کیلوریز	300	نمی	8.4%
پروٹین	0.7%		
چربی	0.2%		
کاربوہائیڈریٹ	17.2%	نمکیات	0.5%
وٹامن ڈی	41/100		
وٹامن اے	6.350 بین الاقوامی یونٹ فی 100 کلوگرام		
فولاد	0.2mg فی 100 کلوگرام		
فاسفورس	1 فی 100 کلوگرام		
کیلشیم	9.0mg فی 100 کلوگرام		

طبی اعتبار سے آم کئی امراض میں مفید ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے گردے کی امراض میں مفید بتایا ہے۔

ہمارے شعراء اور ادباء کو بھی آم سے بے حد رغبت تھی چنانچہ اردو کے مایہ ناز شاعر مرزا غالب کے بارے میں مشہور ہے کہ انہیں آم سے بے حد محبت تھی اور ان کا یہ قول اکثر کتب میں درج ہے کہ آم ہوں اور خوب ہوں اور میٹھے ہوں تو پھر کھانے کا مزا ہے۔ انہوں نے آم کی مدح میں ایک مثنوی بھی لکھی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:۔

آم کا کون مردِ میداں ہے؟
ثمر و شاخ، گوے و چوگاں ہے

آم کے آگے پیش جاوے خاک
پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

مجھ سے پوچھو تمہیں خبر کیا ہے
آم کے آگے نیشکر کیا ہے

نہ گل اس میں نہ شاخ و برگ نہ بار
جب خزاں ہو تب آئے اس کی بہار

آتش پہ قند کا ہے اقوام
شیرے کے تار کا ہے ریشہ نام

☆☆☆

Add for July.inp

گوجرانوالہ روڈ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

ڈیلر: مانسنٹو پاکستان ایگری ٹیک (سابقہ کارگل سیڈز)

مرکز خرید

دھان، گندم، سورج مکھی

ہر قسم کی زرعی ادویات اور بیج دستیاب ہیں

پروپرائٹر

چوہدری نصیر احمد گھمن

فون: 611216-3595

جدید ہومیو پیتھک مجربات (SPECIFICS)

پرانے امراض کیلئے ہر بیماری کیلئے نام بنام کورس

انگریزی نام	اردو نام	قیمت	علامات
ANGINA COURSE	دردِ دل کورس	210/-	دردِ دل (انجائنا) سینہ میں بائیں طرف درد ہونا
ASTHMA COURSE	دمہ کورس	100/-	دمہ سانس کی تنگی کا علاج
BABY GROWTH COURSE	بے بی گروتھ کورس	50/-	کمزور بچوں کی ہڈیوں کی نشوونما وتوانائی کیلئے
BODYBUILDING COURSE	تعمیر بدن کورس	190/-	کمی خون دبلے پتلے کمزور افراد کی نشوونما وتوانائی کیلئے
DWARFISHNESS COURSE	چھوٹا قد کورس	200/-	قد کا چھوٹا ہونا، بچوں اور نوجوانوں کی رکی ہوئی نشوونما کیلئے
EYESIGHT COURSE	کمزوری نظر کورس	120/-	نزدیک کی نظر کی کمزوری کیلئے
FALLING HAIR COURSE	بال جھڑ کورس	100/-	بالوں کے گرنے، کمزور ہونے اور گنجا پن کیلئے
HYPERTENTION COURSE	ہائی بلڈ پریشر کورس	250/-	ہائی بلڈ پریشر، خون کے دباؤ میں زیادتی کیلئے
KIDNEY STONE COURSE	پتھری گردہ کورس	320/-	گردے مثانے، پیشاب کی نالیوں میں پتھری کیلئے
LEUCODERMA COURSE	پھلبہری کورس	200/-	برص، پھلبہری، جلد کا جگہ جگہ سے سفید اور سرخ ہونا
MEMORY COURSE	کمزوری حافظہ کورس	70/-	حافظہ، یادداشت کی کمزوری، بھول جانے کی عادت کیلئے
PILES COURSE	بواسیر کورس	75/-	بواسیر خونی و بادی کیلئے مفید کورس
PROSTATE COURSE	پراسٹیٹ کورس	215/-	پراسٹیٹ گلینڈ کے بڑھ جانے یا سوزش کے باعث پیشاب کی رکاوٹ کیلئے

ہومیو پیتھک سٹورز سے یا براہِ راست ہیڈ آفس سے طلب فرمائیں۔ لٹریچر فری

کیور یٹو میڈیسن کمپنی انٹرنیشنل، گولبازار۔ ربوہ

فون:۔ کلینک: 771، ہیڈ آفس: 213156، سیلز: 419، فیکس: 212299

فرمان
حضرت مصلح موعود

"پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقع میسر آ گیا اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ ان کو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہو سکتا ہے"۔

(بحوالہ ماہنامہ خالد اگست ۹۷ء)

Monthly

KHALID

C. Nagar

Editor:
IsfandYar Muneeb

July - August 2001
Regd. CPL # 139